محمود ۔ فاروق ۔ فرزانہ
اور انسپکٹر جمشید
سیریز
735

ہیروں کا چکّر

اشتیاق احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمود، فاروق، فرزانہ اور

انسپکٹر جمشید کے کارنامے

ہیروں کا چکّر

اشتیاق احمد

Atlantis
Publications

تفریح بھی، تربیت بھی

اٹلانٹس پبلیکیشنز صحت مند، اصلاحی اور دلچسپ کہانیوں اور ناولوں کی کم قیمت اشاعت کے ذریعے ہر عمر کے لوگوں میں مطالعے اور کتب بینی کے فروغ کیلئے کوشاں ہے۔

ناول	ہیروں کا چکر
نمبر	735
پبلشر	فاروق احمد
قیمت	30 روپے

ناول حاصل کرنے اور ہر قسم کی خط و کتابت اور رابطے کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کریں۔

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

احادیث شریف

حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنا چاہئے۔''

(ترمذیؒ)

☆☆

حضرت عبداللہ بن عمرو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''بے شک تم میں سے میرے نزدیک سب سے پیارا وہ ہے جس کا اخلاق اچھا ہو۔''
(بخاریؒ)

☆☆

دو باتیں

السلام علیکم!

ہیروں کا چکر حاضر ہے۔ ہیروں کا یہ چکر اگر آپ کو چکرا کر رکھ دے اور آپ کو چکر پہ چکر آنے لگیں تو اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ ہیروں کا چکر ہوتا ہی برا ہے۔ ہیروں کے چکر میں تو پڑنا ہی نہیں چاہئے۔ یہ اور بات ہے کہ آج کل لوگ ہیروں کے چکر میں پڑنا بہت پسند کرتے ہیں۔ ان کے چکر میں آجاتے ہیں اور پھر انہیں جو چکر آتے ہیں تو بس وہ حال ہوتا ہے کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ اب کہیں آپ اللہ دے اور بندہ لے سے یہ خیال نہ کر لیجئے گا کہ اللہ ہیرے دے اور بندہ ہیرے لے...... جی ہاں اور کیا...... ناول کا سسپنس آپ کو اور ہیروں کو ساتھ ساتھ بہائے لئے چلا جائے گا اور آپ ہیروں کو بھول کر سسپنس کے چکر میں پڑ جائیں گے۔ اس وقت معلوم ہوگا آنے دال کا بھاؤ...... آنے دال کے بھاؤ کی بھی ایک ہی رہی...... وہ تو آج کل اچھے اچھوں کو معلوم ہو چکا ہے...... مجھے تو ابھی کل ہی یہ بات معلوم ہوئی کہ دال اسی روپے کلو ہوگئی ہے۔ رہ گیا آٹا وہ بھی دال کا ساتھ دے گا...... میرا اور آپ کا اللہ حافظ...... ہیروں سے بات دال پر آگئی...... اس سے پہلے کہ دال سے دلیے پر آجائے میں آپ کو ناول شروع کرنے کا موقع دے دوں...... لہٰذا اجازت...... اللہ حافظ۔

اشتیاق احمد

پہلا لفظ

''سنو اور بہت غور سے سنو... اپنی نوعیت کا عجیب ترین کام تمہارے ذمے لگا رہا ہوں... تمہیں نواب جنگ باز خان کی حویلی میں جانا ہے۔'' کمرے میں آواز گونجی۔

''یہ تو کوئی خاص نوعیت کا کام نہ ہوا باس، پہلے بھی آپ مجھے کئی نوابوں کی حویلیوں اور کتنے ہی رئیسوں کے ولاز میں بھیج چکے ہیں۔''

''کانو!'' باس گرجا۔

''یس... یس... یس سر۔'' کانو کانپ گیا۔

''جب تک پوری بات نہ کر لیا کروں... درمیان میں نہ بولا کرو... ہاں بات پوری ہونے کے بعد رائے زنی کر سکتے ہو۔''

''آپ کی اس رائے کا آئندہ خوب خیال رکھوں گا باس! اس بار معاف کر دیجیے۔'' کانو مسکرایا۔

''اور تم مسکرائے کیوں؟''

''اس بات پر مسکرایا ہوں کہ میں بھی کیا احمق ہوں...''

''اچھی بات پر مسکرائے ہو... لیکن بس! اب بار بار اس بات پر نہ مسکراتے رہنا، مجھے غصہ آجائے گا۔''

''جی اچھا۔''

''ہاں تو میں کیا کہہ رہا تھا۔''

''آپ نواب جنگ باز خان کی حویلی کی بات کر رہے تھے اور یہ کہ مجھے وہاں جانا ہے، ابھی آپ نے یہ نہیں بتایا کہ جانا کیوں ہے؟''

''پھر تم نے ایک جملہ زائد کہا... اب بس میں برداشت نہیں کروں گا۔ سنو! تمہیں اس حویلی میں جا کر رہنا ہے... تم وہاں اپنے لیے کیسے جگہ بناتے ہو... یہ میں کچھ نہیں جانتا... بس تمہیں وہاں جا کر رہنا ہے۔''

''بہت [illegible] آپ سمجھ لیں... میں نے جگہ بنالی۔''

''وقت سے پہلے تو میں ہرگز یہ نہیں سمجھوں گا... ہاں جب تم جگہ بنالو گے اور مجھے اس کی اطلاع دے دو گے... تب ضرور سمجھ لوں گا۔''

''ٹھیک ہے باس! اب یہ بتائیے، وہاں کرنا کیا ہے۔''

''حویلی کا دروازہ کسی قلعے کے دروازے جتنا بڑا ہے، اس میں دونوں طرف [illegible] اور باہر بھی... بڑے بڑے نگ جڑے ہوئے ہیں... یہ نگ بہت قیمتی شیشے کے ہیں یا پتھر کے ہیں۔ نگ پتھر کے ہیں یا شیشے کے [illegible] ان کے رنگ، مختلف

ہیں... یہ بھی نہیں کہ سبھی کے رنگ ان سے مختلف ہیں... نہیں... بہت سے ان میں سرخ ہیں... بہت سے سبز ہیں... اور نیلے، پیلے، نارنجی، اودے، غرض ہر رنگ کے ہیں... اس میں شک نہیں کہ وہ بہت زیادہ قیمتی ہیں... لیکن۔''

''لیکن کیا باس؟''

''تم پھر بولے۔''

''سوری باس۔''

''لیکن ان تمام میں صرف اور صرف ایک اصلی ہیرا ہے۔''

''کیا مطلب؟''

''پتا نہیں... ان کے آباؤ اجداد نواب کو کیا شوق چرایا... یا پھر کچھ اس ہیرے کے چکر میں ہوں گے... وہ ہیرا مرغی کے انڈے جتنا بڑا ہے، گویا کہہ سکتے ہیں، شاید دنیا میں اتنا بڑا ہیرا کوئی دوسرا نہ ہو، اب تم سوچ سکتے ہو کہ وہ کس قدر قیمتی ہوگا۔''

''سوچ چکا ہوں باس۔''

''تم پھر بولے۔''

''اوہ! معاف کیجیے گا...''

''بس تمہیں وہ ہیرا اڑانا ہے...''

''یہ کیسے ہو سکتا ہے باس۔''

''کیا مطلب... کیا کیسے ہو سکتا ہے...'' باس کے لہجے میں

حیرت تھی۔

''میں اس ہیرے کو اتنے سارے نگوں میں کیسے پہچان سکتا ہوں ... جب کہ میں کوئی جوہری نہیں ... ہیرے کی قدر تو باس جوہری جانتا ہے۔''

''جواب درست ہے...''

یہ کہہ کر اس نے تالی بجائی۔

''یہ... یہ کیا... آپ تالی کس خوشی میں بجا رہے ہیں۔''

''تم پھر بولے۔''

''س... سوری۔'' کانو کانپ گیا۔

''جب تم یہاں سے بات سن کر اپنے گھر پہنچو گے تو تمہارے پاس جوہری پہنچ جائے گا... اس کا نام الگور ہے... اسے ہیروں کی زبردست پہچان ہے... تم اسے ساتھ لے کر حویلی جاؤ گے... گویا تم دونوں کو وہاں داخل ہونا ہے... کیا سمجھے۔''

''سمجھ گیا باس... اب مجھے اس بات کی فکر نہیں رہی کہ میں ہیرے کو کیسے پہچانوں گا... یہ میرا کام نہیں ہوگا... مسٹر انگور کا ہوگا...''

''انگور نہیں... الگور... اور تم زیادہ بنو نہیں... میں جانتا ہوں... تم بہرے نہیں ہو۔''

''شکریہ باس... میں اب نہیں بنوں گا... بلکہ بگڑوں گا۔''

''حد ہوگئی، اب تم مار کھاؤ گے۔''

''آپ کی مرضی باس! جو کھلانا چاہیں کھلا دیں۔''

''یار چپ رہو... دماغ چاٹ جاتے ہو۔ میں نے کہا ہے... الگور دنیا کا سب سے ماہر جوہری ہے... تمہیں بتائے گا... ان میں اصلی ہیرا کون سا ہے۔''

''اوہ... اچھا... لیکن باس... اس بات کی کیا گارنٹی ہے... کہ وہ صاحب اصلی ہیرے کے بجائے کسی نقلی ہیرے کو اصل نہیں بتا دیں گے۔''

''ان کے بیوی بچے ہمارے مہمان ہیں۔ جب تک یہاں اصل ہیرا نہیں آ جاتا... ان کے بیوی بچے یہیں رہیں گے، اگر یہاں اصلی کے بجائے نقلی ہیرا آیا تو ان کے بیوی بچے انہیں کبھی نظر نہیں آئیں گے۔''

''بس تو پھر اب باقی کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔''

یہ کہہ کر کانو نے اسے سلام کیا اور کمرے سے نکل آیا...

☆☆

نواب جنگ باز خان کی حویلی تک پہنچنا ان کے لیے کچھ بھی مشکل ثابت نہ ہوا... وہ اس گاؤں میں سب سے مشہور جگہ تھی... نواب صاحب پورے گاؤں میں جانے پہچانے تھے...

''دیکھو الگور! تم بس خاموش رہنا... میں تمہارا تعارف اپنے چچا

کے طور پر کراؤں گا...''

''جی اچھا۔''اس نے فوراً کہا۔

حویلی کے دروازے پر نظر پڑتے ہی وہ چونک اٹھے...

انہوں نے ایسا دروازہ پہلے کبھی نہ دیکھا تھا، پورے دروازے پر سیکڑوں نگ جگ مگ جگ مگ کر رہے تھے... دروازے پر دو باوردی گارڈز کھڑے تھے...

''سلام صاحب۔''کانو نے زوردار انداز میں کہا۔

''کیا ہے... کون ہو۔''

''کام کا آدمی... نواب صاحب سے ملنا چاہتا ہوں...''

''وہ تم جیسے بھیک منگوں سے نہیں ملتے... تم جیسوں کا کام تو ہم لوگ کر دیتے ہیں۔ بتاؤ... کیا سوال ہے تمہارا۔''

''غلط سمجھے! ہم بھکاری نہیں ہیں۔''

''تب پھر کیا ہو۔''

''کام کے آدمی... یہاں ملازمت کرنا چاہتے ہیں... نواب صاحب کو جس قسم کے ملازم کی ضرورت ہے... ہم اسی قسم کے ثابت ہوں گے۔''

''کیا مطلب؟''گارڈز چونک کر بولے۔

''مثلاً اگر نواب صاحب کہیں... ہمیں تو ڈرائیور کی ضرورت ہے، تو ہم بہترین ڈرائیور ہیں، اگر وہ کہیں، ہمیں تو بہترین باورچی کی

ضرورت ہے... ہم ایسے باورچی ثابت ہوں گے کہ نواب دانتوں تلے انگلیاں دبا لیں گے۔''

''انگلیاں دبا لیں گے یا چبا لیں گے۔''گارڈ نے ہنس کر پوچھا۔

''پہلے دبا لیں گے... پھر چبا لیں گے۔''

''تم تو کوئی مداری لگتے ہو... چلتے پھرتے نظر آؤ۔''دوسرا گارڈ بھی ہنس پڑا۔

''مداری تو ہمارے آگے پانی بھرتے ہیں۔''

''حد ہو گئی یعنی کہ... تم جاتے ہو یا نہیں۔''

''جی نہیں... بالکل نہیں۔''

''بانکے... ذرا میری گن پکڑنا۔''

''کیا کرنے لگے ہو جیلے۔''

''انہیں سبق سکھاؤں گا۔''

''خوب خوب بانکا بولا۔

''سبق تو جناب ہم بچپن میں بہت پڑھ چکے ہیں... اب تو ہم دوسروں کو پڑھاتے ہیں، ہمارے پڑھنے کے دن لد گئے۔''

''لیکن ہم جو سبق پڑھائیں گے... وہ تم نے اج سے پہلے کبھی نہیں پڑھا ہوگا۔''بانکا ہنسا۔

''اچھا! تب تو پڑھ لیتے ہیں... بلکہ نہیں... یہ سبق صرف میں پڑھوں گا... میرے ساتھی اس قسم کے آدمی نہیں۔ ان کی سبق پڑھنے

پڑھانے کی عمر نہیں... لہٰذا آپ بس مجھے پڑھا دیں۔''

''ضرور... ضرور... کیوں نہیں۔''

بجیلا اپنی گن بالکے کو تھما چکا تھا اور اب اکڑتا ہو کانو کی طرف آ رہا تھا... اس کے تیور خطرناک تھے...

''آپ... آپ یہ کون سا سبق پڑھانے لگے ہیں... میں تو بس سیدھا سادا سبق پڑھ سکتا ہوں۔''

''یہ لو... سیدھے سادے سبق کا لفظ۔'' بجیلے نے کہا اور ایک بھرپور مکا تاک اس کانو کے منہ پر دے مارا... لیکن اس سے ایک لمحہ کانو اکڑوں بیٹھ گیا تھا... لہٰذا بجیلے کا مکا ہوا میں لہرا کر رہ گیا۔

''کیا ہوا بھیا! بیٹھ کیوں گئے۔''

''سبق تو بیٹھ کر ہی پڑھا جاتا ہے۔'' اس نے منہ بنایا۔

''اوہ ہاں! یہ تو ہے۔'' الگور بول اٹھا۔

''تمہاری تو ایسی کی تیسی۔''

یہ کہتے ہوئے گارڈ نے اس پر چھلانگ لگا دی... کانو نے اپنا رخ تبدیل کر لیا اور صرف اتنا کرنے سے وہ اس جگہ سے ہٹ گیا جب کہ بجیلا وہیں آ کر گرا تھا... لہٰذا اس کا یہ وار بھی خالی گیا...

''خبردار بجیلے! معاملہ وہ نہیں، جو تم سمجھ رہے ہو... یہ اناڑی نہیں۔''

''ہاں! اندازہ ہو گیا ہے... اب یہ مجھ سے اپنی چٹنی بنوا کر

رہے گا۔''

''پہلے آپ سبق سکھا رہے تھے... اب چٹنی بنانے پر اتر آئے... یہ مسئلہ کیا ہے...''

اسی وقت بجیلے نے پنڈلی میں اڑسی ہوئی کوئی چیز کھینچی... انہوں نے دیکھا، وہ چمڑے کا ایک چابک تھا... اور کافی خوفناک لگ رہا تھا... بجیلا اس کو تیزی سے گھمانے لگا۔

''بھائی... اب... اب کیا ہو گا۔'' الگور گھبرا گیا... اس نے کہاں ایسے حالات دیکھے تھے... وہ تو بس ایک جوہری تھا۔

''تم فکر نہ کرو... ایک طرف کھڑے رہو... میری مدد کرنے کے لیے کسی قسم کی داخل اندازی نہ کرنا۔''

''چاہے یہ تمہیں مار مار کر ادھ موا کر دیں۔''

''ہاں بالکل!''

''اچھی بات ہے... مجھے کیا۔'' اس نے منہ بنایا۔

''میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آپ میری کوئی مدد تو کر نہیں سکیں گے، الٹا کام خراب کر دیں گے۔''

''اچھی بات ہے...''

ادھر بجیلا اس کے بالکل نزدیک آ چکا تھا... چابک والا ہاتھ اب بلا کی رفتار سے گھوم رہا تھا۔ کانو نے فوراً ہی جان لیا کہ بجیلا اس فن میں ہرگز اناڑی نہیں ہے... لہٰذا جونہی وہ اس کی زد پر آیا... فوراً جھکائی کھا گیا

اور زمین پر گر کر دور تک لڑھکتا چلا گیا۔

اُٹھ کر سیدھا ہوا تو بجیلا دور کھڑا مارے حیرت کے اسے تک رہا تھا۔

''کیوں بجیلا صاحب... کیا ہوا... سبق بھول گئے کیا... کہو تو یاد کراؤں۔''

اب بجیلا لپک کر بانکے کے پاس گیا اور ایک جھٹکے سے اپنی گن اس سے لی... پھر فوراً ہی گن کانو پر اٹھ گئی۔

''نہیں تم... بس کرو... تم یہ کام ہرگز نہیں کرو گے۔ بانکے نے اسے روکا۔

بجیلے نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں... گن کانو پر تانے اس کی طرف ایک ایک قدم اٹھانے لگا۔

''نہیں بجیلے... گڑبڑ ہو جائے گی... ہم کوئی ایسا کام نہیں کریں گے۔''

بجیلا اب بھی نہ رکا تو بانکا دوڑ کر اس کے آگے آ گیا، ایک جھٹکے سے گن چھین لی... وہ چونکا جیسے گہری نیند سے جاگا ہو...

''مجھے گن دے دو... میں اسے جان سے مار کر سکون محسوس کروں گا۔''

''پاگل ہو گئے ہو... ساری زندگی کے لیے جیل جاؤ گے... یا پھانسی پر چڑھ جاؤ گے... اس کا کیا فائدہ۔''

بجیلا کا رنگ اڑ گیا... اس نے گھبرا کر کہا۔

''تت... تم ٹھیک کہتے ہو۔''

''اب تم لوگ نواب صاحب کو اطلاع دو کہ کس قسم کے دو آدمی ان سے ملنا چاہتے ہیں۔'' کانو مسکرایا۔

دونوں نے نظر بھر کر اس کی طرف دیکھا، پھر سر ہلا دیا اور بجیلا سے بولا:

''تم نواب صاحب کو اطلاع دو... میں باہر ٹھہروں گا... میرے اندر جانے میں خطرہ ہے، کہیں تم اس پر حملہ نہ کر دو۔''

''اچھی بات ہے...''

ایسے میں ایک آواز گونجی:

''اس کی ضرورت نہیں۔''

وہ بری طرح اچھلے۔

''ارے باپ رے... یہ آواز تو نواب صاحب کی ہے... اس کا مطلب ہے... انہوں نے سب کچھ دیکھ لیا ہے...''

''انہیں میرے کمرے میں لے آؤ۔''

''دیکھا... مل گیا نا ہمارا راستہ۔'' کانو چہکا۔

''آؤ'' بجیلا برا سامنہ بنا کر بولا۔

پھر وہ اندر داخل ہوئے... ان کے سامنے ایک پختہ سڑک تھی۔ گویا حویلی آگے کافی فاصلے پر تھی... اس تک پہنچنے کے لیے انہیں

سڑک کو طے کرتا تھا... ایسے میں بجیلا بولا:

''میری اور تمہاری لڑائی ابھی ختم نہیں ہوئی... میں کسی وقت بھی تم پر وار کر سکتا ہوں... اس بات کو ذہن میں رکھنا۔''

''اچھا... ذہن میں رکھوں گا۔''

''میرے خیال میں تو اب اس سلسلے کو جاری رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔'' الگور نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''تم فکر نہ کرو... تم اس لڑائی میں شامل نہیں ہو... بجیلا صاحب... یہ بے چارہ لڑائی بھڑائی والا آدمی نہیں ہے... لہٰذا یہ لڑائی صرف میرے اور تمہارے درمیان ہوگی۔''

''اچھی بات ہے... اس بات کا خیال رکھوں گا۔'' بجیلا بول اٹھا۔

آخر پانچ منٹ کے بعد وہ ایک شاہی دروازے کے سامنے پہنچ گئے... اب انہیں دو طرف ایک قطار میں کمرے نظر آ رہے تھے۔ ان کمروں کے چاروں طرف گھنا باغ تھا... بجیلا نے دروازے پر دستک دینے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ وہ آواز پیدا کیے بغیر ہی ایک دم کھل گیا...

''بجیلے! ان لوگوں کو اندر لے آؤ۔''

''یس سر۔''

بجیلا نے انہیں اندر داخل ہونے کا اشارہ کیا اور خود بھی

اندر آ گیا... پھر جونہی وہ اندر داخل ہوئے... کانو بہت زور سے اچھلا... اس کے چہرے پر خوف دوڑ گیا۔

☆☆☆

جانا ہے!

کمرے میں اسے ایک خوفناک منظر نظر آیا تھا۔ ایک شاہانہ مسہری پر بھاری بھرکم سا ایک آدمی چوکڑی مارے بیٹھا تھا... اس کے دائیں بائیں دو شریف صورت آدمی چوکس کھڑے تھے... کانو دراصل انہیں دیکھ کر بوکھلایا تھا... شکل صورت اور قد وقامت کے اعتبار سے وہ بہت سیدھے سادے اور بے ضرر سے انسان نظر آرہے تھے، لیکن ان کی حقیقت سے کانو خوب واقف تھا... یہ بات بھی نہیں تھی کہ وہ ان سے واقف تھا... وہ اس کے لیے اجنبی تھے اور یہ ان کے لیے... اس کے باوجود کانو نے ایک نظر میں دیکھ لیا تھا کہ وہ خطرناک ترین لوگ ہیں... اور ان کے اس حویلی میں ہوتے ہوئے اس کی دال ہرگز نہیں گل سکتی... لیکن اب تو وہ اس کمرے میں داخل ہو چکا تھا اور خود نواب صاحب نے ہی انہیں بلا لیا تھا... اگر کہیں وہ ان دونوں کو پہلے دیکھ چکا ہوتا تو فوراً یہاں سے نکل گیا ہوتا... ایسے میں نواب صاحب کی آواز گونجی:

"لو بھئی... یہ آگئے... ہو جائیں دو دو ہاتھ۔"

"جی... کک... کیا مطلب... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" کانو نے کانپ کر کہا۔

"یہ کیا... تم تو کانپ رہے ہو... تھوڑی دیر پہلے تو حویلی کے دروازے پر تم نے بڑی بہادری دکھائی تھی۔"

"جی... وہ... بس بھائی جیلے صاحب کو ہم پر غصہ آگیا تھا... ورنہ ہم ان سے لڑنے کے قابل کہاں۔"

"کیا بات ہے بھئی... تم تو یہاں آتے ہی بھیگی بلی بن گئے..." دائیں طرف کھڑے نوجوان نے ہنس کر کہا۔

"بھیگی بلی... بھلا میں کیوں بنوں گا بھیگی بلی... ہم تو یہاں ملازمت کی تلاش میں آئے تھے... لڑائیوں کے مقابلے جیتنے کے لیے نہیں آئے... آپ اگر ہمیں ملازمت دے سکتے ہیں تو دے دیں... ورنہ ہم واپس چلے جاتے ہیں۔"

"واپس جائیں تمہارے دشمن... ملازمت تو تمہیں کب کی مل چکی... اور کچھ نہیں تو جیلے کی جگہ تو رکھا ہی جا سکتا ہے تمہیں۔"

"جی... کیا فرمایا... جیلے کی جگہ..."

"ہاں! اس ناکارہ سے تم بہتر ہو... اسے فارغ کیا جا رہا ہے... اس کی جگہ تم گارڈ بنو گے... رہ گیا تمہارا ساتھی... بتادو! یہ کیا کام جانتا ہے..."

"بات دراصل یہ ہے کہ یہ اور میں ایک ہی جگہ کام کریں گے... اکٹھے ہی رہیں گے۔"

"بانکے کے ساتھ تم دونوں ڈیوٹی دو گے... اور کہو۔"

"بس کافی ہے۔"

"چلو جاؤ... نہیں کرواتا میں تم سے مقابلہ۔"

"تو... نواب صاحب۔" بائیں طرف والے نے کچھ کہنا چاہا۔

"ہاں کہو... شاری۔" وہ اس کی طرف مڑے۔

"انہیں اس طرح... بغیر کسی ضمانت کے رکھ لینا مناسب نہیں... یہ لوگ غلط بھی ہو سکتے ہیں۔"

"نہیں... یہ لوگ غلط نہیں ہیں۔" نواب صاحب بولے۔

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"میں نے اسے دروازے پر لڑتے دیکھا تھا۔" نواب صاحب نے کمرے کے ایک کونے میں رکھی ٹی وی سکرین کی طرف نظریں اٹھائیں۔

"اس سے کسی طرح یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ یہ دونوں دوست ہیں... صرف یہ بات ثابت ہوئی کہ ان میں سے ایک اچھا جنگجو ہے... اور اگر معیاری ہے تو پھر ہم میں سے ایک سے ان کا مقابلہ کرالیں۔ بے شک یہ دونوں لڑیں... ابھی پتا چلا جائے گا کہ یہ کتنے پانی میں ہیں۔"

"کیوں بھئی... کیا خیال ہے... کانو نام ہے نا تمہارا۔" نواب صاحب بولے۔

"جی بالکل... لیکن میں آپ پر یہ بات واضح کر دینا پسند کروں گا... کہ میں کوئی جنگجو نہیں ہوں... بس لڑ لیتا ہوں... چیلے نے تو خود لڑائی شروع کی تھی اور مجھے مجبوراً لڑنا پڑ گیا... اس سے آپ یہ خیال نہ کرلیں کہ میں کوئی خاص لڑاکا ہوں۔" اس نے اپنی جان چھڑانے کی کوشش کی۔

"نہیں نواب صاحب! اب یہ بن رہا ہے... آپ ہم میں سے ایک سے اس کا مقابلہ کرائیں۔"

"کیوں بھئی۔"

"میں لڑاکا نہیں ہوں۔" کانو نے جلدی سے کہا۔

"یہ جھوٹ بول رہا ہے نواب صاحب۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے... اس کی لڑائی کے ہاتھ تو میں نے دیکھے ہیں... لیکن پھر یہ یہاں اتنا گھبرا کیوں رہا ہے۔"

"یہی تو دیکھنا ہے۔" دائیں طرف والے نے کہا۔

"میرا خیال یہ ہے..."

نواب صاحب کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اسی وقت کمرے میں ایک آواز گونجی تھی... اور یہ آواز سکرین کی طرف سے آئی تھی...

"نہیں جناب! آپ اس طرح اندر نہیں جا سکتے... جب تک نواب صاحب اجازت نہ دیں۔"

اسکرین پر انہیں ایک خوبصورت نوجوان دو لڑکوں اور ایک لڑکی کے ساتھ کھڑا نظر آیا... جب کہ بانکا ان کے آگے تنا کھڑا تھا۔

"ہم نواب صاحب کے دوست ہیں... اس طرف سے گزر رہے تھے... سوچا... ملتے چلیں... لہٰذا آپ ہمیں نہ روکیں اور چپ چپاتے جانے دیں... وہ ہمیں اچانک دیکھ کر بہت زیادہ خوش ہوں گے... میں اس بات کی ذمے داری لیتا ہوں کہ نواب صاحب آپ کو کچھ نہیں کہیں گے۔"

"بانکے۔" نواب صاحب پکارے۔

"جی نواب صاحب۔"

"ان کا چہرہ میری طرف کرو۔"

بانکے نے انہیں دائیں طرف گھما دیا... فوراً ہی نواب صاحب چلائے:

"ارے! یہ تو انسپکٹر جمشید ہیں... جلدی لاؤ انہیں... پاگل کہیں کے۔"

"ج... جی... انسپکٹر جمشید..." بانکے نے مارے حیرت کے کہا۔

ادھر کمرے میں کانو کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا... وہ تو پہلے ہی ان دونوں کی وجہ سے پریشان تھا... اوپر سے آ گئے تھے انسپکٹر جمشید... تاہم اسے فوراً ہی یاد آ گیا کہ وہ تو راستہ چلتے رک گئے تھے... اس کا مطلب ہے، ٹھہرنے کے لیے نہیں آئے تھے... یہ خیال آتے ہی اس نے سکون محسوس کیا... تاہم اس نے سوچا... انسپکٹر جمشید کے کمرے میں آنے سے پہلے ہی نکل جائے... ان کی نظر پڑ گئی تو کہیں وہ شک میں مبتلا نہ

ہو جائیں... اور اس کی مشکل نواب صاحب کے جملے سے حل ہو گئی۔

"تم دونوں... ان دونوں کو لے کر فی الحال ساتھ والے کمرے میں چلے جاؤ... پہلے میں اپنے بچپن کے دوست انسپکٹر جمشید سے مل لوں... ایک مدت بعد ملاقات ہو رہی ہے۔"

"بہت بہتر نواب صاحب... چلو بھئی... فی الحال تو تم مقابلے سے بچ گئے... انسپکٹر جمشید کو دعا دو... ان کی آمد نے تمہیں بچا لیا۔"

لیکن یہ الفاظ سن کر بھی کانو کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار نہ ہوئے... وہ سوچ رہا تھا... یہ تو اور زیادہ مصیبت آ گئی۔ وہ دونوں چیلے کے ساتھ دوسرے کمرے میں چلے آئے۔ جلد ہی انہوں نے نواب صاحب کے کمرے کا دروازہ کھلنے کی آواز سنی... پھر گرم جوشی کے انداز میں اسلام علیکم کی آوازیں گونجیں... لیکن اس کے ساتھ ہی کمرے کا دروازہ بند ہو گیا اور آوازوں کا سلسلہ رک گیا...

"حد ہو گئی یار جمشید... اتنی مدت بعد ملاقات... خدا کا خوف کرو... اور ہاں! میں اپنے بچوں کو بلوا لوں... وہ تو ان تینوں کے دیوانے ہیں دیوانے، اخبارات میں ان کے کارنامے پڑھتے نہیں تھکتے... تم نے اچھا کیا... آ گئے... اب خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے کئی۔"

"لیکن نواب صاحب! ہم تو اس طرف سے بس گزر رہے تھے... اب مجھے معلوم تو تھا کہ آپ کی حویلی ان اطراف میں ہے... لہٰذا میں نے سوچا، ملاقات ہو جائے... مطلب یہ کہ ہم بس آدھ پون گھنٹے کے بعد

اجازت چاہیں گے۔"

"یہ تو خیر اب نہیں ہو سکے گا۔"

"کیا مطلب... یہ نہیں ہو سکے گا... لیکن کیوں؟"

"اب تم یہاں کم از کم دو دن ٹھہر کر جاؤ گے... بچپن کی دوستی بھی آخر کوئی چیز ہے۔"

"دو دن۔؟" انسپکٹر جمشید چلا اٹھے۔

نواب صاحب ہنس دیے اور پر سکون آواز میں بولے:

"ہاں ہاں.. دو.. دن۔"

"یہی مجھے ڈر تھا اور میں نے اپنا ڈر ان پر پہلے ہی ظاہر کر دیا تھا... لیکن پہلے آپ میری بات سن لیں۔"

"نہیں سنوں گا۔"

"کم از کم آپ سن لیں... اس کے بعد بھی اگر آپ نے کہا کہ ہم لوگ نہیں جا سکتے... تو ہم رک جائیں گے۔"

"تب پھر جان لو... میں یہی کہوں گا۔"

"ابھی آپ نے بات نہیں سنی۔"

"سننے کے بعد بھی تو یہی کہوں گا۔"

"مہربانی فرما کر... کم از کم سن لیں۔"

"اچھا سناؤ... دیکھتا ہوں... تم سنانے کے چکر میں کون سا تیر مارتے ہو۔"

"ہمیں ایک سرکاری کام کے سلسلے میں آج ہی شام پانچ بجے پہاڑ گنج پہنچنا ہے..."

"اوہ... نہیں۔" نواب صاحب چونکے۔

"لیکن ہم ایک وعدہ کرتے ہیں، یہ کہ واپسی پر آپ کے ہاں دو دن ٹھہر کر جائیں گے..."

"اچھی بات ہے... میری خواہش اس طرح بھی پوری ہو سکتی ہے، کوئی حرج نہیں۔"

"بہت بہت شکریہ... اب ہم چلتے ہیں۔"

"یہ... یہ کیا... کم از کم... آج دوپہر کا کھانا تو کھا کر جائیں۔"

"اس طرح ہمیں دیر ہو سکتی ہے... اور اگر میں ٹھیک پانچ بجے پہاڑ گنج نہ پہنچ سکا تو کچھ لوگ اعتراض کریں گے۔"

"اچھی بات ہے... یونہی سہی۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے... نواب صاحب انہیں رخصت کرنے کمرے کے دروازے تک آئے...

"عین اسی لمحے فرزانہ چلتے چلتے رک گئی... اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

☆☆☆

نیا دوست

فرزانہ کو رکتے دیکھ کر وہ تینوں حیران ہوئے... محمود بول اٹھا:

''خیر تو ہے... شیر نظر آ گیا کیا۔''

''حویلی میں شیر کا کیا کام... سانپ کہتے تو کوئی بات بھی تھی۔

''نن نہیں... میری حویلی میں سانپ نہیں آ سکتا۔'' نواب صاحب ہکلائے۔

''تب کیا انکل... شیر آ سکتا ہے۔'' فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

''نن نہیں... نہ شیر... نہ سانپ... بات کیا ہے؟'' وہ حیران ہو کر بولے۔

''بات تو اب فرزانہ بتائے گی...''

''ہاں! فرزانہ... کہو۔'' انسپکٹر جمشید نے پریشان ہو کر کہا۔

''اس... ساتھ والے کمرے میں کون ہے؟'' فرزانہ کھوئے

کھوئے انداز میں بولی۔

''کیوں کیا ہوا؟'' نواب صاحب نے مارے حیرت کے کہا۔

''اندر ہمارے خلاف سرگوشیاں ہو رہی ہیں۔''

''او ہو اچھا... کیوں نواب صاحب... کون ہے اندر۔''

''میرا ایک گارڈ... اور ملازمت کے دو نئے خواہش مند... ان کی ملازمت کے سلسلے میں بات ہو رہی تھی کہ تم آ گئے... اس لیے انہیں اس کمرے میں بٹھا دیا... حیرت ہے... ان لوگوں کو تمہارے خلاف... مم... مگر نہیں... آخر فرزانہ کو کیسے پتا چلا... ہم نے تو کوئی آوازیں نہیں سنیں۔''

''کانوں کے معاملے میں فرزانہ بہت آگے ہے... یہ بہت ہلکی اور بہت دور کی آواز بھی صاف سن لیتی ہے... لہٰذا آپ اس کمرے کا دروازہ کھلوائیے... تاکہ میں دیکھ سکوں... وہ کون سے دو اشخاص ہیں... جو ملازمت کے سلسلے میں آئے ہیں۔''

''ضرور... کیوں نہیں... جیلے... دروازہ کھول دو۔''

اس وقت تک کمرے کے اندر موجود افراد باہر ہونے والی بات چیت صاف سن چکے تھے... اس لیے جیلے نے دروازہ کھول دیا...

''آپ لوگ باہر آ جائیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

تینوں باہر آ گئے، انہوں نے بغور ان کا جائزہ لیا... پھر انسپکٹر جمشید بولے:

''تم لوگ ہمارے بارے میں کیا باتیں کر رہے تھے اور کیوں؟''

''یہ بات درست نہیں...'' بجیلے نے فوراً کہا۔

''کون سی بات۔''

''یہ کہ ہم آپ کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔''

''نواب صاحب! یہ آپ کا ملازم ہیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی ہاں!'' انہوں نے فوراً کہا۔

''اور یہ دونوں۔''

''یہ ملازمت کے لیے آئے ہیں۔''

''کیا آپ نے ملازموں کے لیے... کسی اخبار میں اشتہار دیا تھا۔''

''نہیں... مجھے تو ضرورت بھی نہیں ہے... یہ اپنے طور پر آئے ہیں اور میری عادت ہے کہ کوئی کام کا آدمی مل جاتا ہے تو بلا ضرورت بھی رکھ لیتا ہوں۔''

''خوب! بالکل نئے... اور وہ بھی بغیر ضرورت کے آنے والے دو آدمیوں کو آپ کے دوست کے خلاف باتیں کرنے کی کیا ضرورت پیش آ گئی... یہ بات غور کے قابل ہے... اور مزے کی بات یہ لہ آپ کا ملازم اس بات سے انکار کر رہا ہے...''

''جی ہاں... بالکل! ہم نے آپ کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔''

''اب میرا پہاڑ گنج جانا مشکل ہو چلا ہے... لیکن مجھے جانا ہے... میں واپسی پر آ کر اس معاملے کو دیکھوں گا... نواب صاحب کیا آپ اس بات کی ذمے داری لیتے ہیں کہ ہم واپسی پر ان سے بات کر سکیں گے۔''

''میں بجیلا کے بارے میں تو کہہ سکتا ہوں... لیکن ان لوگوں نے اگر ملازمت نہ کی تو میں انہیں کس طرح روکوں گا بھلا۔''

''ہاں! یہ بات ٹھیک ہے... لیکن میرا خیال ہے، یہ رکنا پسند کریں گے... کیوں بھئی اگر نواب صاحب تمہیں ملازمت دے دیں تو کیا تم رک جاؤ گے۔''

''ہاں! کیوں نہیں...'' دونوں ایک ساتھ بولے۔

''تم فرار تو نہیں ہو جاؤ گے۔''

''آخر ہم کیوں فرار ہوں گے... کیا ہم نے کوئی جرم کیا ہے... یہ آپ کا کہنا ہے کہ ہم آپ کے خلاف باتیں کر رہے تھے... ہمارا کہنا تو یہی ہے کہ ہم نے آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''اب میں زیادہ رکا تو ضرور لیٹ ہو جاؤں گا... اس لیے اب میں چلا... واپسی پر آپ تینوں سے باتیں کروں گا... نواب صاحب یہ آپ کی ذمے داری ہے کہ آپ انہیں جانے نہ دیں گے... لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ انہیں قید کر دیا جائے... یا ان کی نگرانی کرائی جائے... جی نہیں.. اگر یہ جانے پر تل جائیں تو انہیں جانے دیا جائے... یہ جہاں کہیں بھی جائیں گے... میں ان تک پہنچ جاؤں گا...''

"آپ کے بارے میں ہم نے یہ بات نہیں سنی تھی۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

"اور وہ کیا؟" وہ مسکرائے۔

"یہ کہ آپ بے پر کی اڑانے کے ماہر ہیں۔"

"تمہاری بات سن کر خوشی ہوئی... کاش میں رک سکتا... لیکن وہ معاملہ اس پوری حویلی سے زیادہ اہم ہے... یعنی اگر مجھے یہ بتا دیا جائے کہ اگر پہاڑ گنج گرا تو پوری حویلی کا بند ہونا لازمی ہے اور نواب صاحب سمیت کوئی ایک فرد بھی نہیں بچے گا... تب بھی مجھے جانا ہوگا۔"

"کک... کیا کہہ رہے ہو جمشید... بچپن کا دوست ایسا ہوتا ہے۔" نواب صاحب نے برا سا منہ بنایا۔

"بچپن کا دوست نہیں... فرض کو نبھانے والا ایسا ہوتا ہے۔" انہوں نے کہا، پھر ان کی طرف مڑے۔"

"آؤ بھئی چلیں۔"

اور وہ جانے کے لیے مڑ گئے... وہاں موجود لوگ سکتے کی حالت میں انہیں جاتے دیکھ رہے تھے...

پھر انسپکٹر جمشید اپنی جیپ میں بیٹھ کر آگے روانہ ہو گئے... کچھ ہی فاصلہ طے کرنے کے بعد انہوں نے فون پر خفیہ فورس کے کارکن نمبر 10 کے نمبر ملائے۔ سلسلہ ملتے ہی وہ بولے:

"السلام علیکم... تم دس۔"

"یس سر۔" دوسری طرف سے چاق و چوبند انداز میں کہا گیا۔

"نواب جنگ باز خان کی حویلی دیکھی ہے۔"

"جی بالکل!"

"خفیہ طور پر دس آدمی اس حویلی کے چاروں طرف مقرر کر دو... کوئی بھی شخص نکل کر کہیں جائے... اس کا تعاقب کیا جائے... اور جہاں بھی وہ جائے، وہاں بھی اس کی نگرانی کی جائے گی... تاکہ میں واپسی پر ان سے ملاقات کر سکوں۔"

آپ فکر نہ کریں سر..." نمبر دس نے فوراً کہا۔

"بہت خوب!" اور پھر انہوں نے فون بند کر دیا۔

"اب میں کہہ سکتا ہوں کہ واپسی پر ان سے ملاقات ہو جائے گی۔"

"لیکن ابا جان... یہ چکر کیا ہے۔"

"حویلی میں کوئی نہ کوئی چکر ضرور چلنے والا ہے... یا چلا ہوا ہے... لیکن اس کے بارے میں فی الحال مجھے کچھ معلوم نہیں... جب ہم واپس آئیں گے... تب اس چکر کے بارے میں پوچھیں گے..."

"اچھی بات ہے... ویسے ہمارا جی چاہ رہا تھا کہ حویلی میں ہی رک جائیں... اس طرح ہم آپ کے آنے تک اس معاملے کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔"

"میں نے یہ بات سوچی تھی..." انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''تب پھر آپ نے ہم سے کہا کیوں نہیں...''

''میں نے محسوس کیا تھا کہ حویلی میں بہت خطرہ ہے... اس قدر خطرہ کہ کسی کو بھی موت کے گھاٹ اتارا جاسکتا ہے...''

''یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔''

''ایک منٹ میرا خیال ہے، میں نے ناکافی انتظام کیا ہے، ناکافی ہدایات دی ہیں۔''

''چلیے پھر پہلے آپ کافی انتظامات کرلیں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔ محمود اور فرزانہ ہنسے بغیر نہ رہ سکے۔

ادھر انسپکٹر جمشید فون پر نواب صاحب سے کہہ رہے تھے:

''نواب صاحب! سچ بات یہ ہے کہ میں آپ کی حویلی میں کوئی انجانا خطرہ محسوس کررہا ہوں... جب کہ میں چاہتا ہوں... آپ کسی بھی ناخوش گوار صورت حال سے بال بال بچے رہیں... اصل مسئلہ میری واپسی تک کا ہے۔ واپس آکر تو انشاء اللہ میں معاملے کو دیکھ لوں گا... چنانچہ میں نے فیصلہ کیا ہے...'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

''کیا فیصلہ کیا ہے... ویسے تو میں جانتا ہوں... حویلی میں کوئی گڑ بڑ نہیں ہے... اور یہ صرف تمہارا وہم ہے۔''

''اگر یہ میرا وہم ہے... تب بھی حفاظتی تدابیر اختیار کرنے میں کیا حرج ہے... کیا خیال ہے آپ کا۔''

''بالکل کوئی حرج نہیں۔''

''تب پھر میں دو آدمی بھیج رہا ہوں... ان کے نام عارف اور کاشف ہوں گے... وہ اندر کا خیال رکھیں گے... ان کے ساتھی باہر کا... آپ سمجھ گئے۔''

''بالکل! لیکن مجھے کرنا کیا ہوگا۔''

''انہیں اندر آنے کی اجازت دے دیں... اور اندر رہ کر انہیں آزادانہ گھومنے پھرنے کی اجازت دیں... کوئی انہیں روک ٹوک نہ کرے... سب کو بتادیں کہ حویلی میں کوئی خطرہ ہے۔ لہٰذا یہ دو آدمی میری طرف سے بھیجے گئے ہیں... ان کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔''

''اچھی بات ہے... یہ میں کردیتا ہوں۔''

''بس تو پھر وہ دو آدمی... یعنی عارف اور کاشف ابھی پہنچ جائیں گے۔''

''شکریہ! نواب صاحب نے خوش ہوکر کہا۔

اور پھر انسپکٹر جمشید نے نمبر 10 کو دوبارہ فون کیا... اس کی آواز سنتے ہی وہ بولے:

''نمبر دس... غور سے سنو... اس بات کا امکان ہے کہ حویلی میں حالات اس سے کہیں زیادہ خراب ہوں... جتنا کہ ہم سمجھ رہے ہیں، انتظام کر رہے ہیں، اس لیے ہمیں انتظامات میں دو ہاتھ آگے بڑھنا ہوگا۔ لہٰذا تم اپنے دو ساتھی... نمبر 3 اور نمبر 4 کو حویلی کے اندر بھیج دو۔''

''او کے سر۔''

"انہیں اچھی طرح سمجھا دو... وہ اندر رہ کر آزادانہ انداز میں نگرانی کریں گے۔"

"آپ فکر نہ کریں سر۔"

اب انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

"آخر آپ وہاں کیا خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔" محمود نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

"فرزانہ نے ان تینوں کو میرے بارے میں باتیں کرتے سنا ہے... آخر کیوں... اس کا مطلب ہے... ان لوگوں کا تعلق ضرور جرائم پیشہ لوگوں سے ہے... اب سوال یہ ہے کہ نواب صاحب کی حویلی میں جرائم پیشہ لوگوں کا کیا کام... ہے نا عجیب بات... نواب صاب تو بہت بھلے آدمی ہیں۔"

"ہوں... آپ ٹھیک کہتے... وہاں ضرور کوئی گڑبڑ ہے... یا گڑبڑ ہونے والی ہے..." فرزانہ نے سر ہلایا۔

"اس کا مطلب ہے... پہاڑ گنج سے واپسی پر ہمارے لیے ایک عدد کیس تیار ہے۔" فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"کیسوں کا اور ہمارا چولی دامن کا ساتھ جو ہوا۔" محمود ہنسا۔

اور پھر وہ پہاڑ گنج پہنچ گئے... دو دن بعد ان کی واپسی ہوئی... حویلی میں داخل ہونے سے پہلے انہوں نے پہلے نمبر 10 سے بات کی... اس نے بتایا کہ حالات جوں کے توں ہیں... کہیں کسی خطرے کے آثار نظر نہیں

آئے... نواب صاحب نے بھی یہی بتایا... آخر وہ حویلی میں داخل ہوئے۔

نواب صاحب نے ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا... ساتھ ہی بولے:

"اس روز تم جلدی میں تھے... آج پہلے بچوں سے مل لو۔"

"ضرور... کیوں نہیں۔"

نواب صاحب انہیں اپنے کمرے میں لے آئے... وہاں تین لڑکے اور دو لڑکیاں محمود، فاروق اور فرزانہ کی عمر کے موجود تھے... انہیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر اچھل پڑے۔

"انکل آگئے... انکل آگئے۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"عاطف، واصف، کاشف، آمنہ اور کاظمہ ہیں۔" نواب صاحب مسکرائے۔

"اور یہ محمود، فاروق اور فرزانہ ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"خوشی ہوئی... خوشی ہوئی۔" وہ بولے۔

پھر انہوں نے گرم جوشی سے مصافحہ کیا...

"ہاں تو نواب صاحب... آپ بتائیں... آپ کی حویلی میں کیا چکر چل رہا ہے۔"

"بالکل کوئی چکر نہیں چل رہا... تمہیں وہم ہوا تھا۔"

"اچھا! یہ بات ہے... خیر ذرا ان تینوں کو بلائیں... جو اس دن الگ کمرے میں باتیں کر رہے تھے۔"

"او کے..." انہوں نے کہا۔

جلد ہی وہ تینوں وہاں موجود تھے۔

"یہ صاحب... یعنی جیلا صاحب تو آپ کے پہلے سے ملازم ہیں..."

"بالکل!"

"اور یہ نئے ملازم ہیں... اس دن ان لوگوں نے میرے بارے میں کچھ باتیں کی تھیں... جب کہ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے کوئی بات نہیں کی تھی... اس وقت ہم جلدی میں تھے... اس لیے اس بات کا فیصلہ نہیں ہو سکا تھا... میرا خیال ہے، پہلے تو ہم یہ بات طے کرلیں..."

"بھلا یہ بات کیسے طے کی جا سکتی ہے۔" نواب صاحب حیران ہو کر کہا۔

"بس دیکھتے جائیں... ہاں تو بھئی... آپ دونوں کے کیا نام ہیں۔"

"میں کانو ہوں اور یہ الگور ہے۔"

"آپ لوگ مجھے کیسے جانتے ہیں۔"

"ہم... ہم تو آپ کو نہیں جانتے جناب... اب معلوم ہوا ہے کہ آپ انسپکٹر جمشید ہیں... اس وقت معلوم نہیں تھا۔"

"اور آپ؟" انہوں نے جیلے سے کہا۔

"میں بھی اس وقت یہ بات نہیں جانتا تھا۔"

"اور آپ۔" انہوں نے الگور کی طرف دیکھا۔

"بالکل نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"فرزانہ... اپنی گھڑی آن کرنا..."

"جی اچھا۔"

اس نے اپنی گھڑی کا ایک بٹن دبایا... انہوں نے نواب صاحب سے کمرے میں جو بات چیت ہوئی تھی... وہ اس پر سنائی دینے لگی... درمیان میں کچھ کھسر پھسر کی آوازیں بھی آتی رہیں... چند منٹ بعد انسپکٹر جمشید نے کہا:

"یہ کھسر پھسر کی آوازیں سنی ہیں۔"

"جی ہاں۔" وہ بولے۔

"یہی وہ آوازیں ہیں... جو تم نے اس دن باتیں کی تھیں... فرزانہ اب اس کمرے کی بات چیت کو اس کمرے کی بات چیت سے الگ کر دو اور اس کھسر پھسر کی آواز کو بلند کرو۔"

"جی اچھا۔"

"کک... کیا مطلب؟" کانو حیرت زدہ انداز میں بولا۔

"کیوں! اڑ گیا رنگ..."

اس کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا... فرزانہ نے ایک بٹن دبایا تو کھسر پھسر کی آواز واضح ہوگئی... انہوں نے کانو کی آواز صاف پہچانی، وہ کہہ رہا تھا:

"یہ انسپکٹر جمشید ہیں... جرائم کی دنیا کے لیے خوفناک پولیس

آفیسر، بڑے سے بڑے مجرم ان کے نام سے کانپتے ہیں۔''

''آپ... آپ کو کیسے معلوم ہے یہ بات۔'' الگور کی حیرت میں ڈوبی ہوئی آواز سنائی دی۔

''بس! معلوم ہے۔''

اسی وقت دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی... گویا انسپکٹر جمشید اور باقی لوگ کمرے سے باہر آرہے تھے... اس کے ساتھ ہی فرزانہ نے ٹیپ ریکارڈر بند کر دیا۔

''اب یہ سوال ہم آپ سے پوچھتے ہیں... آپ کو یہ بات کیسے معلوم ہے... عام آدمی کو تو معلوم ہو نہیں سکتی۔'' انہوں نے ٹھہری آواز میں کہا۔

''میں نے یہ بات کسی سے سنی تھی۔''

انسپکٹر جمشید اس کی آواز سن کر بھرپور انداز میں مسکرائے، پھر بولے:

''لیکن کانو صاحب! کسی سے بات سن کر آپ مجھے پہچاننے کیسے لگ گئے اور پھر ابھی آپ نے کہا تھا کہ آپ نہیں جانتے کہ میں کون ہوں...''

اس کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا... آخر اس نے کہا...

''میں نے آپ کی تصاویر کئی مرتبہ اخبارات میں دیکھی ہیں۔''

''ہوں... خیر... یہ بات مانی جا سکتی ہے... مہربانی فرما کر اس

سادہ کاغذ پر اپنی انگلیوں کے نشانات دے دیں۔'' انہوں نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر دکھایا۔

''لیکن کس لیے۔'' اس نے پریشان ہو کر کہا۔

''میں آپ کے بارے میں ذہن صاف کرنا چاہتا ہوں... لہٰذا آپ کو انگلیوں کے نشانات دینا ہوں گے۔'' ان کے لہجے میں سختی آگئی۔

''اچھی بات ہے... اگر آپ مجھے زبردستی مجرم ثابت کرنا چاہتے ہیں تو میں کیا کر سکتا ہوں۔'' اس نے بھنا کر کہا اور پھر اس کاغذ پر اپنی دس کی دس انگلیوں کے نشانات دے دیے۔

''اور فرمائیے۔'' اس نے طنزیہ کہا۔

''اور بس... ہم اپنے دفتر کے ریکارڈ سے ان نشانات کو چیک کریں گے... اگر آپ کا ریکارڈ ہمارے رجسٹر میں نہ ہوا تو آپ کی شخصیت شک سے بری ہو جائے گی... دوسری صورت میں آپ کو ایک بار پھر میرے سوالات کے جوابات دینا ہوں گے۔''

''اچھی بات ہے...'' اس نے کندھے اچکائے۔

''اب آپ جا سکتے ہیں... لیکن اب اتنا سن لیں، آپ رات میں کسی وقت بھی یہاں سے فرار ہونے کی کوشش نہیں کریں گے... سمجھے آپ۔''

''مجھے فرار ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

''اور مسٹر الگور! نہ آپ فرار ہونے کی کوشش کریں گے۔''

"جی اچھا!" اس نے کہا۔

"آپ بھی نشانات دے دیں۔"

اس نے بھی انگلیوں کے نشانات دے دیے... پھر وہ چلے گئے۔

اب وہ نواب صاحب کی طرف مڑے:

"اب آپ کا کیا خیال ہے۔"

"فی الحال تو ان کے بارے میں کچھ ثابت نہیں ہوا۔" نواب صاحب بولے۔

"یہی بات ہے... لیکن... میرا خیال ہے، کوئی نہ کوئی بات ہے ضرور... اور وہ بات کیا ہے... یہ ہم معلوم کرلیں گے... پہلے تو آپ اس حویلی کے بارے میں بتائیں۔"

"حویلی کے بارے میں کیا بتاؤں؟" نواب صاحب بولے۔

"میں جانتا ہوں... پہلے آپ اپنی آبائی حویلی میں رہتے تھے اور وہ آپ کے گاؤں میں تھی... پھر آپ نے یہ حویلی خرید لی... مجھے بتائیں.. یہ آپ نے کس سے خریدی تھی۔"

"مغلیہ دور کے ایک شہزادے سے۔" نواب صاحب مسکرائے۔

"کیا مطلب... شہزادے سے؟"

"میرا مطلب ہے... وہ خود کو شہزادہ کہتا تھا... اس کا کہنا تھا... اس کے خاندان کے لوگ حکمران لوگ تھے... ان سے انگریزوں نے حکومت چھین لی تھی... اس وقت سے ان کا خاندان گمنامی کی زندگی بسر کرنے

لگا... اور گمنامی کے ساتھ تنگ دستی کی زندگی بھی... ایک مدت تک وہ اس ضد پر اڑا رہا کہ حالات چاہے کچھ بھی ہوں... وہ اپنی خاندانی حویلی فروخت نہیں کرے گا... لیکن پھر اس حد تک تنگ آیا کہ فروخت کرنے پر مجبور ہوگیا... کوئی اور تو اس لیے بھی حویلی کو خریدنے پر تیار بھی نہیں ہوا تھا... کیونکہ یہ بڑی بہت ہے... پھر اس کے اردگرد زمین بھی ہے... لیکن پھر جب مجھے پتا چلا کہ یہ فروخت ہو رہی ہے تو میں اس سے ملا... مجھے تم جانتے ہو... ایسی چیزوں سے بہت دلچسپی ہے... بس میں نے خرید لی۔

"اور آپ نے یہ کتنے میں خریدی تھی۔"

"تین کروڑ میں۔"

"وہ شہزادہ اب کہاں ہے... کیا آپ کو اس کے بارے میں معلوم ہے۔"

"ہاں! اس رقم سے اس نے کاروبار شروع کیا تھا... اور اس کا کاروبار روز بروز بہتر ہوتا جارہا ہے... دراصل اس نے تیل صاف کرنے کا ایک کارخانہ لگایا تھا... بنولوں سے اور بیجوں سے کھانے کا تیل نکالا جاتا ہے اور پھر اسے صاف کیا جاتا ہے... آج کل جو دل کے مریض گھی کے بجائے تیل استعمال کرتے ہیں... یہ تیل ان کے لیے ہوتا ہے۔"

"بہت خوب! آپ کے پاس اگر اس کا فون نمبر یا پتا ہے تو دے دیں۔"

"دونوں چیزیں ہیں... وہ کبھی کبھی یہاں آکر اپنی پرانی یادیں

تازہ کرتا رہتا ہے۔''

''خوب خوب۔'' وہ مسکرائے۔

پھر انہوں نے اسے فون کیا، اس کا نام شہزادہ آصف تھا۔

''شہزادہ آصف صاحب! میں انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔''

''جی... کون...'' دوسری طرف سے چونک کر کہا گیا۔

''انسپکٹر جمشید... محکمہ سراغرسانی سے۔''

''اوہ... فرمایئے... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''کیا آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنی حویلی میں آ سکتے ہیں... اس حویلی میں جو آپ نے نواب جنگ باز خان کو فروخت کر دی تھی۔''

''کوئی خاص کام۔'' اس نے پوچھا۔

''جی ہاں! بس خاص ہی سمجھ لیں... میں یہیں ہوں... نواب صاحب کے پاس۔''

''جی اچھا! میں رات کو آٹھ بجے کے قریب آ سکتا ہوں۔''

''چلیے ٹھیک ہے... میں آپ کا انتظار کروں گا۔''

پھر آٹھ بجے شہزادہ آصف آ گیا... انہوں نے اس کا بغور جائزہ لیا... وہ سرخ و سفید رنگ کا ایک خوب صورت نوجوان تھا۔

''پہلے تو آپ اپنے کاروبار کے بارے میں بتائیں۔''

''جی... اللہ کا شکر ہے... پہلے سے حالات بہت بہتر ہیں۔''

''تب تو آپ نے یہ حویلی بیچ کر اچھا کیا۔''

''اچھا تو کیا... لیکن یہ یاد بہت آتی ہے۔'' اس نے سرد آہ بھری۔

''میرا خیال ہے، نواب صاحب کو تو آپ کے آنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا... جب جی چاہے آ سکتے ہیں نا... کیوں نواب صاحب۔''

''جی بالکل! یہ اب بھی ان کا اپنا گھر ہے... جب بھی آتے ہیں، میں تو ان سے دوستوں کی طرح ملتا ہوں۔''

''اس میں شک نہیں۔'' شہزادہ آصف مسکرایا۔

''بلکہ نواب صاحب! میں تو کہتا ہوں، آپ انہیں دوست بنا ہی لیں... کبھی آپ بھی ان کے پاس چلے جایا کریں... تاکہ یہ یہاں بے فکری سے آ سکیں۔''

''اچھی بات ہے... آصف صاحب! میں آپ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔''

''بہت بہت شکریہ!'' آصف نے کہا اور پھر دونوں نے گرم جوشی سے ہاتھ ملائے... ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے۔

''اور شہزادہ آصف! میں بھی آپ سے دوستی کرتا ہوں۔'' انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف ہاتھ بڑھا دیا... دونوں نے ہاتھ ملائے... اب تو کمرے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

''نئی دوستی مبارک ہو۔'' محمود مسکرایا۔

''آپ لوگوں کو بھی۔'' شہزادہ آصف نے فوراً کہا۔

"اب ذرا کام کی بات ہو جائے... آصف صاحب... ہم نے آپ کو اس وقت اس حویلی کے سلسلے میں بلایا ہے۔"

"حویلی کے سلسلے میں... کیا مطلب؟"

"کیا اس حویلی کا کوئی راز ہے۔"

"حویلی کا راز۔" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! میرا خیال ہے... اس حویلی کا کوئی راز ہے۔"

"کم از کم مجھے تو ایسی کوئی بات معلوم نہیں۔"

"آپ نے جب سے ہوش سنبھالا... خود کو اسی میں پایا تھا... یا آپ کہیں اور پیدا ہوئے تھے۔

"جی نہیں... میں اسی میں پیدا ہوا تھا... بلکہ میرے تو والد اور دادا بھی یہیں پیدا ہوئے تھے۔" اس نے کہا۔

"خوب! انہوں نے آپ کو حویلی کے بارے میں کبھی کچھ بتایا۔"

"نہیں بالکل نہیں... آخر وہ کیا بات ہے... جو آپ کے خیال میں مجھے معلوم ہونی چاہیے۔"

"مجھے ابھی خود بھی معلوم نہیں... ویسے ایسی بات کوئی ہے ضرور۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔"

"اپنے اندازوں کی بنیاد پر..."

"لیکن اندازوں کی کوئی وجہ بھی تو ہو گی۔"

"کچھ لوگ اس حویلی میں دلچسپی لے رہے ہیں..."

"اوہو اچھا..." شہزادہ آصف چونکا۔

"جی ہاں! یہی بات ہے... اب آپ بتائیں... وہ کس بنیاد پر دلچسپی لے سکتے ہیں۔"

"بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"ہوں... اچھا... مطلب یہ کہ آپ کے والد یا دادا نے اس حویلی کے بارے میں کبھی کوئی بات نہیں بتائی۔"

"نہیں... بالکل نہیں۔"

"میں اشارۃً بات کہتا ہوں... کسی خزانے وغیرہ کے بارے میں۔"

"اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو میں بھلا کیوں اس حویلی کو فروخت کرتا... اس خزانے کو نکال کر اپنا کام نہ چلاتا۔"

"ہو سکتا ہے... آپ کو تلاش کے باوجود خزانہ نہ ملا ہو... اور پھر آپ نے سوچا ہو... حویلی کو بیچ دیتے ہیں... پھر اس میں خزانہ ہونے کی خبر اڑا دیتے ہیں... اس طرح کچھ لوگ اس خزانے کو خفیہ طور پر تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"لیکن اس طرح بھلا میں کیا فائدہ اٹھا سکتا تھا۔"

"اس کی بھی کوئی ترکیب ہو سکتی تھی... نواب صاحب... آپ نے جب ان سے حویلی خریدی تو انہوں نے کوئی عجیب بات تو کاغذات میں نہیں لکھوائی تھی۔"

''نہیں... بالکل نہیں۔''

''اچھی بات ہے... نواب صاحب میں اس پوری حویلی کو دیکھنا چاہتا ہوں... اور اس کام میں شہزادہ آصف کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں... لہٰذا ان سے درخواست کرتا ہوں... یہ آج یہیں ہمارے ساتھ رہیں، رات بھی اگر یہیں بسر کریں تو اور زیادہ اچھا ہے...''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں... بس میں ایک دو فون کروں گا... تاکہ کارخانے میں اور گھر میں میرا انتظار نہ کیا جائے۔''

''ضرور کریں... کوئی اعتراض نہیں۔''

پھر شہزادہ آصف فون کرنے لگا... اور وہ اپنی باتوں میں لگ گئے۔

آخر وہ حویلی کا جائزہ لینے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔

''اس میں کل کتنے کمرے ہیں۔''

''ستائیس۔'' شہزادہ آصف نے فوراً کہا۔

''اور کیا کچھ ہے۔''

''نہانے کے دو تالاب ہیں... چاروں طرف باغ ہے... اس میں پرندے ہیں اور دوسرے کچھ جانور ہیں... مثلاً ہرن، بارہ سنگھا اور مور وغیرہ... دو باورچی خانے ہیں... سات غسل خانے ہیں... باغ کے درمیان میں دو کھیلنے کے میدان ہیں... ستائیس کمروں میں سے تین کمرے نواب صاحب اور ان کے بیوی بچوں کے پاس ہیں... دو کمرے ملازمین

استعمال کرتے ہیں... باقی کمرے خالی پڑے ہیں۔ ان میں سے چند ایک میں پرانا خاندانی سامان موجود ہے... ان کمروں کو میں نے تو کبھی کھول کر دیکھا نہیں... نہ میرے والد نے میرے سامنے کبھی کھولا تھا... دادا جان نے کھولا ہو تو معلوم نہیں...''

''تب تو ہمیں وہ کمرے دیکھنے پڑیں گے... آیئے ذرا ایک طرف سے حویلی کا معائنہ شروع کرتے ہیں۔ دروازے سے شروع کرتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ضرور... کیوں نہیں۔''

وہ سب بیرونی دروازے پر آئے... اس وقت انسپکٹر جمشید کی نظریں دروازے پر لگے مصنوعی ہیروں پر پڑی... وہ زور سے چونکے۔

☆☆☆

اصلی یا نقلی

''میں جب آیا تھا، اس وقت میں نے ہیروں کی طرف توجہ نہیں دی تھی... یہ شاید باہر کی طرف بھی ہیں۔'' انسپکٹر جمشید چند لمحوں کی خاموشی کے بعد بولے۔

''جی ہاں! یہ دونوں طرف لگے ہوئے ہیں... بالکل نقلی ہیں... میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، ان کو اسی طرح دیکھا ہے... گویا یہ شروع سے ہی لگے ہوئے ہیں... پتا نہیں... کیوں لگوائے گئے تھے۔'' آصف کہتا چلا گیا۔

''آپ کا خیال درست نہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''جی... کیا مطلب... میرا خیال درست نہیں... کون سا خیال؟''

''یہ کہ یہ نقلی ہیرے ہیں۔''

''کیا مطلب.. تت تو... یہ اصلی ہیرے ہیں... م... گ

نہیں... یہ اصلی ہرگز نہیں ہیں... ورنہ کبھی تو یہ ذکر آیا ہوتا... اور پھر اصلی ہیروں کو اس طرح دروازے پر نہیں لگوایا جاتا... انہیں تو تجوریوں میں تالے لگا کر اور دوسرے حفاظتی انتظامات کے تحت رکھا جاتا ہے.. اگر یہ اصلی ہوتے تو یہ تو پھر کبھی کے اُتار لیے جاتے۔''

''آپ میری بات کا مطلب غلط سمجھے... میں نے یہ نہیں کہا کہ یہ سب کے سب اصلی ہیں۔''

''تب پھر؟'' شہزادہ آصف نے حیران ہو کر کہا۔

''ہو سکتا ہے... ان ہیروں میں کچھ ہیرے اصلی ہوں۔''

''ن... نہیں۔'' نواب صاحب اور شہزادہ آصف ایک ساتھ بولے۔

اب ان کے چہروں پر رنگ آ رہے تھے اور جا رہے تھے۔

''اور... اور اگر ایسا ہوا تو...'' نواب صاحب نے سرسراتی انداز میں کہا۔

''اگر... ایسا ہوا تو...'' شہزادہ آصف بھی ان کے انداز میں بولا...

''تو کیا... آپ دونوں کیا کہنا چاہتے ہیں؟'' انسپکٹر جمشید نے انہیں باری باری گھورا۔

''میرا خیال ہے... اصلی ہیروں پر شہزادہ آصف کا حق ہوگا۔'' نواب صاحب بولے۔

''جی... جی نہیں... میں یہ حویلی فروخت کر چکا ہوں... لہٰذا، وہ آپ کے ہوں گے۔''

''کسی وکیل سے پوچھ لیں گے... لہٰذا اس بات کو چھوڑیں... اب میں یہاں اپنے دوستوں کو بلانے پر مجبور ہوں... وہ اصلی او نقلی میں فرق کر سکتے ہیں۔''

''اوہ اچھا... کیا وہ جوہری ہیں۔'' نواب صاحب نے بے تاباب ہو کر پوچھا۔

''نہیں... وہ جوہری نہیں ہیں... ایک کی تو اپنی ہیروں کی کانیں ہیں... اور دوسرے اس ملک کے سب سے بڑے سائنس دان ہیں... وہ کیمیکلز کے ذریعے معلوم کر لیتے ہیں کہ ہیرا اصلی ہے یا نقلی اور دوسرے دوست کو اتنا تجربہ ہے کہ دیکھ کر بتا دیتے ہیں... میں خان رحمان اور پروفیسر داؤد کی بات کر رہا ہوں۔''

''اوہ!'' نواب صاحب بولے... پھر انہوں نے کہا۔

''تب تو آپ انہیں فوراً بلائیں... مارے سسپنس کے میرا برا حال ہے...''

انسپکٹر جمشید نے پہلے خان رحمان کے نمبر ملائے۔

''السلام علیکم خان رحمان... تم نے کبھی نواب جنگ باز خان کی حویلی دیکھی ہے۔''

''کوئی فائدہ نہیں جمشید... سب کے سب نقلی ہیں... میں ان کو

دیکھ چکا ہوں۔''

''کیا مطلب؟'' وہ حیران رہ گئے۔

''تم اس حویلی کے بیرونی قلعہ نما دروازے کی بات کر رہے ہو نا... جس پر نقلی ہیرے جڑے ہیں... اور تم یہ جاننا چاہتے ہو کہ ان میں سے کوئی اصلی ہیرا تو نہیں ہے۔''

''ہاں! یہی بات ہے۔''

''بس تو پھر مایوس ہو جاؤ...''

''حد ہو گئی... یار خان رحمان! تم نے وہ ہیرے کب چیک کر لیے۔''

''ایک بار جانا ہوا تھا... آج کل تو وہ حویلی نواب صاحب کی ہے... یعنی نواب جنگ باز خان کی... لیکن جب اس کا مالک شہزادہ آصف تھا، ان دنوں میرا وہاں جانا ہوا تھا...''

''لیکن تم نے ہیروں کو کیوں چیک کیا تھا؟'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

''شہزادہ آصف نے اس طرف توجہ دلائی تھی... وہ کہ رہا تھا... شاید ان میں کوئی ہیرا اصلی ہے۔''

''لیکن تم وہاں گئے کیوں تھے۔''

''تم جانتے تو ہو... ایسی حویلیاں... یعنی پرانے زمانے کی حویلیاں او محل بہت عجیب لگتے ہیں۔ ان کو دیکھنے کا شوقین ہوں۔''

"اچھا تو شہزادہ آصف نے تمہیں یہ خیال دلایا تھا؟"

"ہاں..." انہوں نے کہا۔

"اور تم نے دروازے پر لگے تمام نگوں کا جائزہ لیا تھا۔"

"بالکل لیا تھا... اور ان سب کو نقلی پایا تھا..."

"دونوں طرف کے دیکھے تھے... یعنی اندر کے بھی اور باہر کے بھی۔"

"حد ہوگئی... اور کیا میں ایک طرف کے دیکھتا۔"

"لیکن خان رحمان! میرا خیال ہے... تمہارا خیال درست نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا مطلب؟" خان رحمان چونکے۔

"تم پروفیسر صاحب کو لے کر فوراً یہاں آجاؤ... ورنہ یہاں کوئی جرم ہوا چاہتا ہے... اور یہ بھی ہو سکتا ہے... کوئی اصلی ہیرے کو لے اڑے۔"

"کیا... نہیں..." خان رحمان چلائے۔

"بس تم آجاؤ۔"

"اچھی بات ہے۔"

انسپکٹر جمشید نے فون بند کر دیا...

"آپ... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں... کیا واقعی ان میں سے کوئی ہیرا اصلی ہے..."

"بالکل!"

"آپ کو کیسے پتا چلا؟"

"میں بھی اصلی اور نقلی ہیروں کو پہچان سکتا ہوں، لیکن اس کام میں میرے دوست خان رحمان زیادہ ماہر ہیں۔"

"تب پھر... جب وہ میرے زمانے میں آئے تھے... اس وقت کیوں نہ پہچان سکے۔"

"اس پر تو خود مجھے بھی حیرت ہے۔"

"اگر آپ جان چکے ہیں کہ کون سا ہیرا اصلی ہے تو اس کو اتار لیں... اس طرح اس کے چوری ہونے کا خطرہ نہیں رہ جائے گا۔"

"ابھی یہ میرا خیال ہے... یقین ہونے پر اتاریں گے... اور میں ڈرتا ہوں... کہیں میرا خیال غلط ثابت نہ ہو جائے... اس صورت میں آپ لوگ میرا مذاق اڑائیں گے... بس آپ کو تھوڑی دیر انتظار کرنا پڑے گا۔"

آخر خان رحمان اور پروفیسر داؤد پہنچ گئے۔

"السلام علیکم۔" دونوں ایک ساتھ بولے۔

"وعلیکم السلام۔" سب نے کہا...

"ہاں تو خان رحمان! تم اس حویلی کے دروازے پر لگے تمام مصنوعی ہیروں کا بغور جائزہ لے چکے ہو۔"

"یہی بات ہے۔" خان رحمان نے سر ہلایا۔

''خوب! اب میری درخواست ہے... تم ایک بار پھر ان کو غور سے دیکھ لو... اگر تمہیں کچھ نظر نہ آیا تو پھر میں پروفیسر صاحب کو زحمت دوں گا۔''

''کوئی بات نہیں جمشید... زحمت کیسی۔'' پروفیسر داؤد نے دانت نکال دیے۔

''یار جمشید... میں ان سب کو بہت غور سے دیکھ چکا ہوں۔'' خان رحمان نے برا سا منہ بنایا۔

''بھائی دیکھ لینے میں کیا حرج ہے... میں بھی تو بلاوجہ نہیں کہہ رہا۔''

''او کے جمشید۔''

اور پھر خان رحمان دروازے پر آ گئے... پہلے انہوں نے بیرونی طرف کے ہیروں کو غور سے دیکھا اور بار بار نفی میں سر ہلاتے رہے... پھر اندرونی طرف آ گئے اور لگے باری باری سب کو دیکھنے... اچانک وہ بہت زور سے اچھلے۔

''ارے! یہ کیا... یہ کیا... تت... تم... جمشید تم ٹھیک کہتے تھے۔''

''کک... کیا مطلب؟'' نواب جنگ باز خان اور شہزادہ آصف چلا اٹھے۔

''ان میں سے ایک... کم از کم ضرور ہیرا ہے... باقی سب

ہیرے نقلی ہیں... لیکن...''

''لیکن کیا...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اتنے بڑے ہیرے کا مطلب ہے... کئی کروڑ کا ہیرا۔''

''اوہ... لیکن خان رحمان تمہارا اندازہ غلط کیسے ہو گیا... جب کہ مجھ جیسے آدمی نے پہلی نظر ہی میں ہیرے کو پہچان لیا۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''نہیں... میرا اندازہ ہرگز غلط نہیں ہوا۔''

''کیا مطلب... تت تم... تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ جب پہلی بار تم نے دروازے کا جائزہ لیا تھا، اس وقت یہاں یہ ہیرا نہیں تھا...''

''ہاں! بالکل!''

''اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ ہیرا بعد میں یہاں لگایا گیا۔''

''ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔''

''نن نہیں... نہیں... بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' نواب صاحب چلائے۔

''اور بھلا... کسی کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہو سکتی ہے۔'' شہزادہ آصف چلا اٹھا۔

''بلکہ... کوئی اتنا قیمتی ہیرا لایا کہاں سے۔'' پروفیسر داؤد بولے۔

''پہلے تو سو فیصد اطمینان کر لیا جائے۔'' فرزانہ نے مشورہ دیا۔

''ہاں! یہ ٹھیک ہے... خان رحمان... اس ہیرے کو نکال لو۔''

ایک ترک دار آلے کی مدد سے ہیرا وہاں سے نکالا گیا... اب خان رحمان نے نزدیک سے اس کا جائزہ لیا، آخر انہوں نے کہا:

''اف مالک! یہ تو سو فیصد اصلی ہے... اور اس میں شک نہیں... یہ کروڑوں کا ہے۔''

''ارے باپ رے۔''

''لیکن۔'' انسپکٹر جمشید کی آواز ابھری...

''اب آپ یہ ایک عدد لیکن کہاں سے لے آئے؟'' فاروق نے منہ بنایا۔

وہ مسکرا دیے... پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

''لیکن میں چاہتا ہوں... پروفیسر صاحب بھی اپنا اطمینان کر لیں۔''

''کیا مطلب؟'' خان رحمان کا منہ بن گیا۔

''میں جانتا ہوں خان رحمان... تم اس معاملے میں بہت زیادہ ماہر ہو... اور جس کو تم ہیرا کہہ دو... اسے کوئی بڑے سے بڑا ماہر بھی نقلی نہیں کہہ سکتا... اس کے باوجود... میں مزید اطمینان چاہتا ہوں۔ کیونکہ یہ ہیرا ہم سب کے لیے بہت بڑی الجھن لے کر آیا ہے...''

''ہاں واقعی... خیر... میں دیکھ لیتا ہوں۔''

اور پھر پروفیسر صاحب نے ہیرے کو کیمیکلز میں ڈال کر دیکھا... آخر انہوں نے اعلان کیا:

''یہ سو فیصد اصلی ہے... اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اتنا بڑا ہیرا شاید ہی کوئی دوسرا ہو...''

''اب آئیں گے چکر پر چکر... پہلا سوال... شہزادہ آصف کے ہوتے ہوئے تو یہاں یہ ہیرا نہیں تھا... بعد میں لگایا گیا... سوال یہ ہے کہ کیوں اور ایسا کیا کس نے... یہ دو باتیں معلوم ہونے کے بعد تو شاید معاملہ ہی ختم ہو جائے گا۔'' محمود بولا۔

''ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے...'' انسپکٹر جمشید سر ہلا کر رہ گئے۔

''اور اب یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اس ہیرے پر شہزادہ آصف کا حق ہے یا نواب جنگ باز کا۔''

''جی نہیں... میرے زمانے میں تو یہ ہیرا تھا ہی نہیں... اس کی گواہی خان رحمان صاحب دے چکے ہیں... اب رہ گئے محترم نواب صاحب... یہ جانیں... ہیرا جانے... میں تو معاملے سے الگ ہو رہا ہوں۔''

''جی نہیں۔'' فرزانہ نے پرزور انداز میں سر ہلایا۔

''جی نہیں کیا۔'' سب اس کی طرف مڑ گئے۔

''میں شہزادہ صاحب سے مخاطب ہوں... یہ نہیں جا سکتے... اس ہیرے سے ان کا تعلق کسی وقت بھی نکل سکتا ہے۔''

''کیا بات کرتی ہیں آپ... میں نے جانے کی کوئی بات نہیں کی... یہ کہا ہے کہ میرا تعلق ہیرے سے نہیں ہے۔''

''اور میں نے یہ کہا ہے کہ تعلق نکل سکتا ہے۔''

''خیر خیر... دیکھا جائے گا... میں کہیں نہیں جا رہا... جب تک یہ معاملہ حل نہیں ہو جاتا... یہیں رہوں گا۔''

''اور مسٹر کانوا اور الگور صاحب... آپ کیا کہتے ہیں۔''

''ہمیں تو آپ نے خود پابند کر دیا ہے... یعنی ہم جا نہیں سکتے۔''

''اور اگر میں آپ دونوں کو جانے کی اجازت دے دوں۔''

''ہم بھی فی الحال یہاں رُکنا چاہتے ہیں... دیکھیں تو سہی... یہ چکر کیا ہے...''

''اچھی بات ہے... ویسے الگور صاحب... آپ کا اس ہیرے کے بارے میں کیا خیال ہے۔''

''جی... کیا مطلب... آپ میرا خیال پوچھ رہے ہیں۔'' الگور نے چونک کر کہا۔

''ہاں... یہی بات ہے۔''

''لیکن کیوں؟''

''اس لیے کہ... آپ بھی اس میدان کے کھلاڑی ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''کک... کیا مطلب...'' کئی آوازیں ابھریں۔

''آپ... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔''

''میرا خیال ہے... آپ اصلی اور نقلی ہیرے میں تمیز کرنے کے

ماہر ہیں... اور کسی طرح بھی خان رحمان سے کم نہیں ہیں... اور آپ نے بھی یہاں آتے ہی بھانپ لیا تھا کہ یہ ہیرا اصلی ہے... تو کیا... آج رات... یا آج کل میں کسی رات کو یہ ہیرا اُڑا لے جانے کا پروگرام تھا آپ کا۔''

''کیا!!!'' وہ سب چلا اٹھے...

''یہ... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔'' الگور نے مارے حیرت کے کہا۔

''اگر یہ بات نہیں اور آپ صرف یہاں ملازمت کے لیے آئے تھے تو پھر آپ ہیروں کی پہچان کے ماہر کیوں ہیں؟'' انہوں نے کہا۔

''یہ... یہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں۔'' الگور لگا ہکلانے۔

''جب میں نے یہ کہا تھا کہ ان میں سے ایک ہیرا اصلی ہے تو آپ کی نظریں فوراً اس ہیرے کی طرف اٹھی تھیں... اور جب خان رحمان نے آکر اس ہیرے کی طرف دیکھا تو آپ کے چہرے پر حیرت ہی حیرت نظر آئی تھی... آخر کیوں... اب آپ صاف صاف بتا دیں... آپ لوگ کون ہیں... ورنہ میں آپ دونوں کو کمرۂ امتحان میں بھجوا دوں گا اور آپ وہاں... فوراً ہی بولنے لگ جائیں گے... ارے ہاں! میں تو بھول ہی گیا۔''

یہ کہہ کر انہوں نے اپنا موبائل نکالا اور کسی کو فون کرنے لگے... جلد ہی انہوں نے نواب صاحب کا نام اور حویلی کے بارے میں بتا کر فون بند کر دیا...

''ابھی دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔''

''جی... کیا مطلب؟'' دونوں ایک ساتھ بولے۔

''میرے ماتحت آنے والے ہیں... ان کے پاس ایک رجسٹر ہوگا، اگر آپ دونوں کے... یا آپ میں سے ایک کے نشانات بھی ہمارے اس رجسٹر میں مل گئے تو پھر آپ کو کمرۂ امتحان تک لے جانے کی ضرورت بھی نہیں رہ جائے گی... آپ ہمیں صاف صاف بتا دیں گے۔''

''آپ ہمارے بارے میں غلط سوچ رہے ہیں۔''

''ابھی معلوم ہو جاتا ہے۔''

آخر اکرام وہاں پہنچ گیا... دونوں کی انگلیوں کے نشانات رجسٹر میں موجود نشانات سے ملائے گئے... پھر اکرام نے کہا۔

''کانو کا اصل نام راجا جیرا ہے سر۔''

''اوہ... اوہ۔'' ان کے منہ سے نکلا... کیونکہ راجا جیرا پرانا جرائم پیشہ تھا... لیکن انسپکٹر جمشید سے اس کا سامنا پہلی بار ہوا تھا۔

''اور یہ... مسٹر الگور۔''

''ان کے نشانات رجسٹر میں نہیں ہیں... اب یا تو یہ جرائم پیشہ ہے نہیں یا پھر یا نیا بنا ہے۔''

''نن نہیں... نہیں... میں جرائم پیشہ نہیں ہوں... میری تو انہوں نے خدمات حاصل کی ہیں... یہ جاننا چاہتے تھے... ان میں سے کون سا ہیرا اصلی ہے۔'' اس نے تھر تھر کانپتے ہوئے کہا۔

''یہ کیا مراد... کیا مسٹر کانو۔''

''یہ اور اس کا باس... ان لوگوں نے مجھے اغوا کیا... اور مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے ان سے تعاون نہ کیا تو یہ مجھے اور میرے بیوی بچوں کو جان سے مار ڈالیں گے... میں تو ایک جوہری ہوں... اپنی دکان کا نام پتا بتا سکتا ہوں۔''

''بہت خوب! تمہاری ان باتوں پر مجھے سو فیصد اعتبار ہے... تم جھوٹ نہیں بول رہے ہو... کیوں مسٹر کانو۔''

''جی... جی ہاں...''

''بہت خوب! تب تو کیس بہت جلد حل ہو جائے گا... اصل مجرم کانو کا باس ہے... ہم اسے گرفتار کر لیتے ہیں... اس سے معلوم ہو جائے گا... اسے اس ہیرے کے بارے میں کیسے پتا چلا...''

''آپ... آپ ٹھیک کہتے ہیں...''

''تب پھر باس کا پتا بتاؤ... اکرام تیار ہو جاؤ...''

''او کے سر۔''

جونہی کانو نے پتا بتایا... اکرام اپنے ماتحتوں کے ساتھ روانہ ہو گیا... جلد ہی اس کی طرف سے فون موصول ہوا۔

☆☆☆

باس غائب

"سر! اس پتے پر کوئی نہیں ہے... یہاں تالا لگا ہوا ہے۔"

"ٹھیک ہے... اندر کی تلاشی لو... یہاں سے انگلیوں کے نشانات اٹھالو... اور دیکھو... ہمارے ریکارڈ میں وہ نشانات ہیں یا نہیں... آس پاس سے بھی معلومات حاصل کرو..."

"جی اچھا... میں آدھ گھنٹے تک آپ کو فون کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے اکرام۔" انہوں نے کہا۔

اب وہ ان کی طرف مڑے:

"معاملہ حد درجے سنسنی خیز ہو چلا ہے... خان رحمان تمہارا کہنا ہے کہ شہزادہ آصف کے ہوتے ہوئے دروازے میں کوئی اصلی ہیرا نہیں تھا... جب کہ اب یہاں اصلی ہیرا موجود ہے... کانو کا باس... یہ بات جانتا تھا... آخر کیسے... جب کہ یہ بات نہ تو شہزادہ آصف کو معلوم ہے... اور نہ نواب صاحب کو... اس سے زیادہ حیرت انگیز بات کیا ہوگی

... جس شخص کا حویلی سے تعلق نہیں... اسے تو یہ بات معلوم ہے اور ان حضرات کو نہیں ہے... آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے ان دونوں کی طرف دیکھا۔

"مارے حیرت کے ہمارا برا حال ہے... چکر پر چکر آرہے ہیں... اور ابھی تک یقین نہیں آرہا ہے کہ یہ ہیرا واقعی اصلی ہے۔" شہزادہ آصف نے کہا۔

"ہوں! واقعی... میرا بھی بالکل یہی حال ہے۔" نواب جنگ باز بولے۔

"ایک منٹ! مجھے ایک خیال آیا ہے... تم نے اپنے باس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" انسپکٹر جمشید کانو کو مخاطب کر کے بولے۔

"پوچھیے... آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔"

"اپنے بارے میں اور باس کے بارے میں تم جو بھی بتا سکتے ہیں، بتا دو۔"

"میرے ماں باپ میرے بچپن میں فوت ہو گئے تھے... چچا نے ہمارے گھر پر قبضہ کر لیا اور مجھے گھر سے نکال دیا... اب ان حالات میں میں نے دھکے کھائے... لوگوں نے کبھی کھانے کو کچھ دیا... کبھی بھوکا سویا... بھوک نے چوری کرنے پر مجبور کیا... اس طرح چور بن گیا... وقت کے ساتھ ساتھ چوری میں میری مہارت بڑھتی چلی گئی... ایک بار پکڑا گیا... جیل گیا... باہر نکلا تو اس شخص کا پیغام بذریعہ خط ملا۔ میں اس

وقت اسی شہر میں کرائے کے مکان میں رہتا تھا... اسی گھر میں مجھے اس کا
خط ملا... اس نے خط میں لکھا تھا کہ وہ بھی میری طرح جرائم پیشہ ہے...
اس کا باقاعدہ ایک گروہ ہے... اگر میں اس گروہ میں شامل ہو جاؤں
تو بہت فائدے میں رہوں گا... اس طرح میں نے اس سے ملاقات کی...
یہ ملاقات اسی مکان میں ہوئی تھی جس کا پتا میں نے ابھی آپ کے ماتحت کو
لکھوایا تھا... لیکن وہ میرے سامنے نہیں آیا تھا... جس کمرے میں مجھے
بٹھایا گیا... اس میں اس کی آواز سنائی دیتی ہے... بس اس طرح میں اس
کے گروہ میں شامل ہو گیا... وہ ہمیں جہاں واردات کرنے کے لیے کہتا ہے
... ہم وہاں چلے جاتے ہیں... لوٹ کا سارا مال اس کے حوالے کر دیتے
ہیں... اور وہ ہمیں پچاس ہزار ماہوار تنخواہ دیتا ہے۔ کوئی ساتھی پولیس
کے ہاتھ لگ جائے تو وکیل اس کا کیس لڑتے ہیں... اور اسے رہا کرانے
کی سر توڑ کوشش کرتے ہیں، نہ کرا سکیں... تب بھی جیل میں سہولتیں پہنچانے
کا خوب انتظام کرتے ہیں... رہا ہونے پر پھر گروہ میں شامل کر لیتے ہیں
... اور ہاں جب تک کوئی جیل میں رہتا ہے... باس اس کے گھر والوں کو
تمام اخراجات بھجواتے ہیں... مطلب یہ کہ باس کیسا بھی کیوں نہ ہو...
اپنے کارکنوں کے حق میں بہت ہی اچھا ہے... اسی لیے کارکن اس کا ساتھ
دیتے ہیں... اس کا ہر طرح خیال کرتے ہیں... وہ بھی کارکنوں کے تمام
حقوق پورے کرتا ہے... بس اس سے زیادہ کسی کارکن کو اس کے بارے
میں معلوم نہیں... وہ کون ہے... اس کا نام کیا ہے... اس کی شکل صورت

کیسی ہے... کچھ پتا نہیں... ہم صرف آواز سنتے رہے ہیں، ہو سکتا ہے
... وہ آواز بدل کر بات کرتا ہو۔"

"ہوں! تمہارا باس کافی پراسرار ہے... خیر... دیکھتے ہیں،
اکرام کیا معلوم کرتا ہے۔"

آدھ گھنٹے بعد اکرام کا فون موصول ہوا... وہ کہہ رہا تھا:

"سر! اس عمارت سے صرف کانو اور اسکے ساتھی کارکنوں کی
انگلیوں کے نشانات ملے ہیں... جسے یہ لوگ باس کہتے ہیں... شاید وہ
ساتھ والے کمرے میں بیٹھ کر مائیک پر انہیں احکامات دیتا تھا... کیونکہ
وہاں سے مائیکروفون اور ٹرانسمیٹر وغیرہ ملے ہیں۔ لیکن کمرے سے کسی قسم
کے فنگر پرنٹ نہیں ملے... لہٰذا ریکارڈ سے چیک کیا ہی نہیں جا سکتا... البتہ
دوسرے کارکنوں کو تلاش کرنے کی کوشش کی جا سکتی ہے۔"

"فی الحال ان کا سراغ لگانے کی ضرورت نہیں... کیونکہ اصل
چیز ہے باس... اور باس غائب ہے... اب ظاہر ہے... وہ اپنے کسی
کارکن سے بھی رابطہ نہیں کرے گا... دراصل اس نے حویلی کی نگرانی پر کسی
کو باہر مقرر کر رکھا ہوگا... اس نے اندر ضرور کچھ آلات نصب کیے ہوں
گے... ان کے ذریعے وہ باہر رہ کر بھی اندر کے حالات سے باخبر ہوتا رہا
ہے اور باس کو خبردار کرتا رہا... ان حالات میں وہ غائب نہ ہوتا تو کیا
کرتا۔"

"دھت تیرے کی... یہ تو وہی نتیجہ نکلا... یعنی ڈھاک کے تین

بات ...''

''خیر کوئی بات نہیں ... ہم باس کو ڈھونڈ ہی لیں گے ... اس کیس میں عجیب ترین بات بس یہی ہے کہ آخر باس کو اس ہیرے کے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا ... دوسرے یہ کہ شہزادہ آصف کے ہوتے ہوئے تو یہ ہیرا یہاں تھا ہی نہیں ... آخر پھر کس نے یہ ہیرا یہاں نصب کیا اور کیوں ... کیا یہ عجیب ترین بات نہیں ہے۔''

''انتہائی عجیب ... پراسرار اور بے چین کر دینے والی۔''

''اور اب سوال یہ بھی پیدا ہوگا کہ یہ ہیرا کس کا ہے۔'' فرزانہ نے پریشان ہو کر کہا۔

''شہزادہ آصف ... آپ اس حویلی کے بارے میں کوئی اور راز جانتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید اس کی طرف مڑے۔

''ہو سکتا ہے .. اس کا کوئی راز ہو ... لیکن مجھے نہیں معلوم۔''

''ہوں! کیا اس میں کوئی تہ خانہ ہے۔''

''مجھے یہ بات بھی معلوم نہیں ... میرے والد نے کبھی ذکر نہیں کیا ..''

میرا خیال ہے .. ہمیں تہ خانہ کے امکان کا جائزہ لینا ہو گا .. پروفیسر صاحب! آپ اپنے آلات کو آزما لیں ... میں اپنے طریقے سے تہ خانہ تلاش کرنے کی کوشش کرتا ہوں ... کیا خیال ہے۔'' انہوں نے جلدی جلدی کہا۔

''بہت ہی اچھا خیال ہے۔'' پروفیسر بولے۔

''اور ابا جان! وہ ہیرا۔''

''وہ ... ہیرا جیب میں ہے ...''

یہ کہتے ہوئے انہوں نے جیب میں ہاتھ ڈال دیا ... پھر وہ زور سے اچھلے:

''ارے! یہ کیا۔''

''کیا ہوا ابا جان۔'' تینوں چلا اٹھے۔

''خیر تو ہے جمشید۔'' خان رحمان اور پروفیسر بول اٹھے۔

''وہ ... وہ ہیرا اب میری جیب میں نہیں ہے۔''

''ن نہیں۔'' ان سب کے منہ سے نکلا۔

''تمہیں یاد ہے جمشید ... تم نے ہیرا جیب میں رکھا تھا؟'' خان رحمان بولے۔

''ہاں بالکل!''

''تب پھر ہیرا کہاں گیا ... جیب سے کیسے نکل گیا۔'' پروفیسر بڑبڑائے۔

''نکلا نہیں ... نکالا گیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے پریشانی کے عالم میں کہا۔

''کیا ... نہیں ... نہیں ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' محمود نے بوکھلا کر کہا۔

''آپ لوگوں کو کیا ہو گیا... کس بات پر بوکھلا اٹھے ہیں۔''
نواب جنگ باز خان نے حیران ہو کر کہا۔

''ہم یہ سن کر بوکھلائے ہیں کہ ہیرا جیب سے گرا نہیں... کسی نے نکال لیا ہے...''

''اور آپ لوگ ہیرے کے لیے نہیں بوکھلائے تھے۔'' نواب صاحب بولے۔

''ہاں! یہی بات ہے... ہم ہیرے کے لیے نہیں بوکھلائے... صرف اس بات پر بوکھلائے ہیں کہ کسی نے ہمارے ابا جان کی جیب سے وہ ہیرا کیسے نکال لیا۔''

''اس میں بوکھلانے کی کیا بات ہے۔''

''بات اس میں تو ہے بوکھلانے کی... ابا جان کی جیب سے کوئی ماہر سے ماہر جیب کترا بھی کوئی چیز اس طرح نہیں نکال سکتا کہ ابا جان کو پتا نہ چلے۔''

''اور انہیں آج پتا نہیں چلا۔'' نواب جنگ باز خان بولے۔

''یہی بات تو پریشانی کی ہے۔''

''سوال تو یہ ہے کہ ہیرا کہاں ہے... کس کے پاس ہے۔''

سب نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... سب نے نفی میں سر ہلا دیا، جیسے کہہ رہے ہوں... ہمیں نہیں معلوم... ہیرا کہاں ہے۔

''نواب صاحب! آپ کیا کہتے ہیں؟'' انسپکٹر جمشید نے ان کی

طرف دیکھا۔

''گگ... کس بارے میں؟''

''ہیرے کے بارے میں... فی الحال تو اس ہیرے کے مالک آپ ہی ہیں... اور وہ غائب ہے...''

''میں خود کو اس ہیرے کا مالک خیال نہیں کرتا، اس لیے کہ میں نے شہزادہ آصف سے حویلی خریدی تھی۔ ہیرے نہیں... وہ ایک اکیلا ہیرا اس پوری حویلی سے زیادہ قیمتی ہے... لہٰذا ہیرا شہزادہ آصف صاحب کا ہے... اب رہا یہ سوال کہ وہ غائب کیسے ہو گیا اور وہ کہاں ہے... اس بارے میں بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں... ہاں! یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ میری تلاشی لے لیں۔''

''صرف آپ کی کیوں... میری بھی تلاشی لے لی جائے۔''
شہزادہ آصف نے کہا۔

''اگر یہ بات ہے تو پھر سبھی کی تلاشی ہونی چاہیے۔'' نواب صاحب بولے۔

''بالکل بالکل... ہم بھی تلاشی دینے کے لیے تیار ہیں۔'' خان رحمان نے پرزور انداز میں کہا۔

''رہ گئے... کانو اور الگور... یہ اگرچہ شروع سے لے کر اب تک بالکل الگ تھلگ بیٹھے رہے ہیں اور اس دوران ایک لمحے کے لیے بھی ہماری طرف نہیں آئے، لیکن اس کے باوجود ان کی بھی تلاشی لے لی

جائے۔''

''ہم دونوں تو اعتراض کرنے کی پوزیشن میں بھی نہیں ہیں۔''

کانو نے برا سا منہ بنایا۔

''تلاشی سب کی ہوگی... اُمید ہے کوئی برا نہیں مانے گا۔''

''ٹھیک ہے... لیکن ہیرا تھا کہاں... کیا آپ نے جیب میں ہی رکھا تھا؟'' نواب صاحب بولے۔

''ہاں بالکل! میں نے ہیرا اپنی جیب میں رکھا تھا... اور میری جیب سے ہیرے کا غائب ہونا انوکھی ترین بات ہے۔''

''تب پھر شروع کریں تلاشی... '' شہزادہ آصف نے کہا۔

''تلاشی صرف میں لوں گا... البتہ اگر آپ لوگ چاہیں تو میری اور میرے ساتھیوں کی تلاشی آپ میں سے کوئی لے سکتا ہے۔''

''پہلے آپ تو لے لیں۔'' کانو نے منہ بنایا۔

انسپکٹر جمشید نے باری باری سب کی تلاشی لی... لیکن کسی کے پاس سے ہیرا نہ نکلا۔ اب انہوں نے کہا:

''مہربانی فرما کر آپ میں سے کوئی میری تلاشی لے لے... ورنہ یہ خیال کیا جائے گا... کہیں ہیرا میرے پاس نہ ہو۔''

''میں لے لیتا ہوں۔'' شہزادہ آصف نے کہا۔

''ضرور... کیوں نہیں۔''

اور پھر شہزادہ آصف نے ان کی خوب اچھی طرح تلاشی لی...

ہیرا ان کے پاس سے بھی نہیں ملا...

''حیرت ہے... آخر ہیرا کہاں چلا گیا۔''

''یہ بھی دیکھنا ہوگا... ویسے میرا خیال ہے... ہیرا تہ خانہ خانے کی طرف سے دھیان ہٹانے کے لیے چرایا گیا ہے...''

''کک... کیا مطلب؟'' نواب صاحب نے بوکھلا کر کہا۔

''میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ایسا آپ نے کیا ہے... اس تہ خانہ خانے کے بارے میں معلومات شہزادہ آصف صاحب کو بھی ہو سکتی ہیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''نن نہیں... '' شہزادہ آصف گھبرا گیا۔

''دیکھئے اور غور کیجیے! اس حویلی کے بارے میں یا تو آپ جانتے ہیں یا پھر نواب صاحب جانتے ہیں... اس میں تہ خانہ ہے یا نہیں... یہ بات بھی آپ دونوں میں ہی سے کوئی جان سکتا ہے...''

''نن نہیں... مجھے تو بالکل معلوم نہیں ہے کہ اس حویلی کے نیچے کوئی تہ خانہ ہے یا نہیں۔'' شہزادہ آصف نے فوراً کہا۔

''اور... اور... نہ مجھے معلوم ہے۔'' نواب صاحب گھبرا گئے۔

''تب پھر کسے معلوم ہے... ہاں یاد آیا... یہ بات پھر ان کے والد یا دادا کے ملازموں میں سے کسی کو معلوم ہو سکتی ہے...''

''لیکن... ایسا تو یہاں کوئی شخص بھی نہیں ہے۔''

"نواب صاحب... آپ کا اپنے ملازمین کے بارے میں کیا خیال ہے۔"

"ملازمین اتنے بوڑھے نہیں ہیں، لہٰذا اس زمانے کا کوئی ملازم نہیں ہے۔"

اوہو... آپ سمجھے نہیں... جو ملازم یہاں اس وقت موجود ہیں... ان کا کوئی باپ دادا تو اس زمانے کا ملازم ہو سکتا ہے... اور وہ اپنے بیٹے سے یہ کام لے سکتا ہے۔"

"وہ... اوہ۔" نواب صاحب اور شہزادہ آصف زور سے چونکے۔

"لہٰذا! ہم آپ کے ملازمین کو بھی چیک کریں گے۔"

"ضرور کیوں نہیں... آخر کروڑوں کا ہیرا گم ہوا ہے، لیکن... ملازم تو اس وقت سے یہاں آئے ہی نہیں۔" نواب جنگ باز خان بولے۔

"یہ ٹھیک ہے... لیکن اس کے باوجود ہم انہیں چیک کریں گے... حویلی میں کل کتنے ملازم ہیں، بانکا اور بجیلا تو گارڈز ہیں... انہیں آپ باہر کھڑے دیکھ بھی چکے ہیں... باقی دو باورچی ہیں... گھر کا کام کرنے والی دو عورتیں ہیں..."

"مہربانی فرما کر آپ ان چھ کے چھ کو ایک ہی بار بلا لیں... میں پہلے انہیں ایک نظر دیکھ لوں... پھر ضرورت سمجھوں گا تو بات چیت کروں

گا..."

اور پھر ملازم وہاں آ گئے... انہوں نے بغور ان کا جائزہ لیا... دونوں عورتیں اور باورچی انہیں بالکل سیدھے سادے اور بے ضرر سے نظر آئے۔ باقی رہ گئے بانکا اور بجیلا... وہ کافی ہوشیار اور چالاک لگے... لہٰذا ان چار کو جانے کی اجازت دے دی گئی اور ان دو کو روک لیا گیا... پہلے انسپکٹر جمشید نے ان کی تلاشی لی... پھر ان کی انگلیوں کے نشانات لیے گئے... پھر اکرام کو فون کیا گیا... اسے ہدایات دی گئیں... وہ جلد ہی اپنے ماتحتوں اور انگلیوں کے نشانات والے ریکارڈ کے ساتھ وہاں پہنچ گیا...

"اکرام... ان دونوں کو اچھی طرح چیک کرنا ہے... انہیں الگ کمرے میں لے جاؤ... اور ان پر نظر بھی رکھو... جب تک ہم یہاں سے فارغ نہیں ہو جاتے... اس وقت تک یہ بدستور نظر میں رہیں گے..."

"جی اچھا... اور یہ دونوں؟" اکرام نے کانو اور الگور کی طرف دیکھا۔

"انہیں فی الحال ہمارے ساتھ رہنے دو... دراصل اب ہم اس حویلی کے نیچے تہ خانے کے امکانات کا جائزہ لینے والے ہیں... میں چاہتا ہوں... یہ پوری حویلی نظر میں رہے... کوئی اس سے فرار ہونے نہ پائے اور کوئی اس میں آئے بھی نہ... ہاں آنے والا پہلے ہم سے اجازت لے

... پھر آئے۔‘‘

’’جی اچھا... آپ فکر نہ کریں۔‘‘ اکرام نے فوراً کہا۔

پھر وہ باکے اور بھیلے کو لے کر چلا گیا...

’’انسپکٹر جمشید! میرے دونوں ملازمین پر تو میرے خیال میں شک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں... انہیں تو دروازے کی نگرانی پر رہنے دیا جائے۔‘‘

’’نہیں... یہ نہیں ہوگا۔‘‘ انسپکٹر جمشید کا لہجہ سخت تھا۔

’’اچھی بات ہے... لیکن اس طرح حویلی کی نگرانی پر کوئی نہیں رہ جائے گا۔‘‘

’’جب تک ہم یہاں ہیں... اکرام کے ماتحت حویلی کی حفاظت کریں گے...‘‘

’’لیکن میرے ملازم بے انتہا قابلِ اعتماد ہیں اور انہیں بار بار آزمایا جا چکا ہے وہ ہر آزمائش میں پورے اُترے ہیں۔‘‘ نواب صاحب بولے۔

’’اچھی بات ہے... وہ دروازے پر چلے جائیں... اکرام... فی الحال انہیں چیک نہ کرو... لیکن اگر وہ کوئی ایسی حرکات کرتے نظر آئیں... جس سے شبہ ہو تو انہیں پھر کمرے میں لے آنا... اور ہر طرح سے چیک کرنا۔‘‘

’’جی اچھا۔‘‘

اور پھر انہوں نے تہ خانے کی تلاش شروع کر دی... وہ اپنے طریقے کے مطابق شروع ہو گئے۔ جب کہ پروفیسر داؤد اپنے آلات کے ذریعے جائزہ لے رہے تھے... آخر ان کی آواز سنائی دی۔ جمشید... خان رحمان... تم کہاں ہو... آجاؤ... اس طرف... میں نے تہ خانے کا دروازہ تلاش کر لیا ہے۔‘‘

☆☆☆

کالے صندوق

سب ان کی طرف دوڑ پڑے... وہ حویلی کے ہال میں کھڑے نظر آئے... یہ ایک بہت بڑا ہال تھا... اس کے عین درمیان میں چھت کے ساتھ بہت قیمتی فانوس لٹک رہا تھا... پروفیسر داؤد اس فانوس کے نیچے کھڑے تھے:

''ہاں پروفیسر صاحب... کہاں ہے دروازہ۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جمشید! میں چاہتا ہوں... پہلے صرف تم اس تہ خانے میں جاؤ...''

''آپ ایسا کیوں چاہتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

''پپ پتا نہیں... ڈر لگ رہا ہے۔''

''اچھی بات ہے... لیکن تہ خانے کا دروازہ کہاں ہے...

ہمیں تو نظر نہیں آ رہا...

''اس فانوس کا نچلا حصہ پکڑ کر کھینچ لیا جائے تو آتش دان کا فرش سرک جاتا ہے اور سیڑھیاں نظر آنے لگتی ہیں... میں نے اپنا آلہ فانوس کے سرے سے چھو کر دیکھا تو مجھے آلے پر اشارات ملے تھے... سو میں نے اس کو پہلے گھمانے کی کوشش کی... دبا کر دیکھا... کچھ نہ ہوا... آخر کھینچ کر دیکھا تو دروازہ نمودار ہو گیا... یہ دیکھو...''

یہ کہہ کر انہوں نے فانوس کا نچلا حصہ پکڑ کر کھینچ لیا... اس طرح انہیں کافی زور لگانا پڑا... قریباً لٹکنا پڑا... تب جا کر آتش دان کا فرش سرکا اور انہیں سیڑھیاں نظر آئیں۔

''اچھی بات ہے... میں نیچے جاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر جیب سے پنسل ٹارچ نکال کر روشن کر لی۔

''مم... مجھے اب بھی ڈر لگ رہا ہے جمشید... یہ ہمارے خلاف کوئی چکر نہ ہو۔''

''آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں پروفیسر صاحب... کیا میں اپنے دوست کے خلاف کوئی چکر چلاؤں گا۔'' نواب جنگ باز خان نے برا سا منہ بنایا۔

پروفیسر داؤد نے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور پھر بولے:

''میں نے یہ نہیں کہا... کہ یہ چکر آپ چلا رہے ہیں۔''

''یہ میری حویلی ہے... تو چکر بھی میں ہی چلاؤں گا نا... میرے

علاوہ کون چلائے گا بھلا۔'' وہ بولے۔

''میرا خیال ہے... یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے، پروفیسر صاحب کا اشارہ آپ کی طرف ہرگز نہیں تھا... یہ تو بس اپنا خوف ظاہر کر رہے تھے... آپ محسوس نہ کریں۔''

''خیر... خیر... کوئی بات نہیں۔'' انہوں نے جلدی سے کہا۔

اور پھر انسپکٹر جمشید ایک ایک کر کے سیڑھیاں اترتے چلے گئے... ایسے میں ان کی حیرت زدہ آواز سنائی دی:

''اوہو! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔''

''جو آپ دیکھ رہے ہیں، ہمیں بھی دکھا دیں... کیا ہم پیچھے آجائیں۔''

''ہاں! آجاؤ... یہاں خطرے والی کوئی بات نہیں ہے۔''

اور پھر وہ نیچے اترنے لگے... ایسے میں کانو بول اٹھا:

''کیا ہمیں بھی اجازت ہے... ہم بھی آ سکتے ہیں۔''

''ہاں! کیوں نہیں... اکرام! تم بھی آجاؤ ان دونوں کے ساتھ... اور ذرا ان پر نظر رکھنا۔''

''او کے سر۔''

پھر وہ بھی نیچے اترتے چلے گئے... اچانک ان کے منہ سے بھی نکلا:

''اوہو... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں؟''

ان کے سامنے تہ خانے کے فرش پر بڑے بڑے لکڑی کے صندوق رکھے تھے... صندوق سیاہ رنگ کے تھے... ان پر سیاہ رنگ کا روغن لگایا گیا تھا... ان صندوقوں پر بڑے بڑے تالے تھے... یہ کل نو صندوق تھے۔

''اللہ اکبر... کیا ان صندوقوں میں خزانہ ہے۔'' پروفیسر داؤد بڑبڑائے۔

''ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا... ہو سکتا ہے... ان میں پرانے زمانے کے ہتھیار ہوں... یعنی تلواریں، نیزے اور بھالے وغیرہ... لیکن اس بات کا ہی بہر حال امکان ہے کہ ان میں خزانہ ہو۔''

عین اس لمحے ایک بہت زوردار دھماکا ہوا۔

دھماکے کے ساتھ ہی تہ خانے میں دھواں ہو گیا... ساتھ ہی انہوں نے تہ خانے کا دروازہ بند ہونے کی آواز سنی... جب تک وہ دوڑ کر سیڑھیاں چڑھتے... دھواں اپنا کام کر چکا تھا... وہ سیڑھیوں پر چکرائے اور لڑھک کر نیچے آ گرے... ہوش آیا تو وہ تہ خانے میں نہیں تھے... کسی اور ہی جگہ تھے...

''یہ... یہ ہم کہاں پہنچ گئے۔''

''باس کے پاس۔'' کانو کی چہکتی آواز سنائی دی۔

''کیا مطلب... تو وہ بم دھماکا تمہارے باس نے کیا تھا۔''

''اور کر ہی کون سکتا تھا، ساری منصوبہ بندی تو باس ہی کی تھی۔''

''لیکن تم کہاں ہو... اور تمہارا باس کہاں ہے... ہمیں کچھ نظر نہیں آ رہا۔''

''یہ اس دھواں کا اثر ہے... ابھی تم کئی گھنٹے تک آنکھیں نہیں کھول سکو گے۔'' ایک بھاری بھرکم آواز سنائی دی۔

''یہ آواز کس کی ہے۔'' فاروق کی آواز گونجی۔

''میرے باس کی... کیوں باس... یہی بات ہے نا۔''

''ہاں کانو... تم نے اپنا کردار بہت خوب صورتی سے نبھایا ہے... تمہیں انعام ملے گا... یعنی حصہ سے زیادہ ملے گا...''

''تو کیا... میں بھی ان کے ساتھ بے ہوش ہو گیا تھا؟''

''وہ تو ہونا تھا۔'' باس ہنسا۔

''اور وہ الگو۔''

''اس کا کام ختم ہو گیا تھا... فارغ کر دیا ہے اسے۔''

''مطلب یہ کہ معاوضہ دے کر اسے واپس بھیج دیا...'' کانو کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ارے نہیں! ایسے معاملات میں کسی کو فارغ نہیں کیا جاتا... ہاں اس دنیا سے فارغ کیا جاتا ہے... تاکہ راز راز رہے۔''

''کیا مطلب... آپ نے اسے مار ڈالا۔''

''ہاں مجبوری تھی... خزانے کا راز اسی صورت میں راز رہ سکے گا جب وہاں موجود کسی بھی شخص کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔''

''کک... کیا مطلب؟'' کانو چلایا۔

''ٹھیک سمجھے کانو... اب تمہیں بھی اس دنیا سے فارغ کیا جا رہا ہے اور ان سب کو بھی... اور میں اس سارے خزانے کے ساتھ غائب ہو رہا ہوں... پھر کون مجھے تلاش کر سکے گا... خطرہ تھا تو انسپکٹر جمشید اور ان کے بچوں کا... وہ بھی تمہارا ساتھ دیں گے۔''

''نن... باس... کم از کم آپ میرے بارے میں تو ایسا فیصلہ نہ کریں... میں تو آپ کا پرانا خادم ہوں۔''

''مجبوری ہے کانو... ویسے میں تمہیں زائد معاوضہ دوں گا۔''

''وہ میرے کس کام آئے گا۔''

''تمہارے گھر والوں کے کام آئے گا... فکر نہ کرو۔''

''باس۔'' وہ چیخا۔

''آواز اتنی بلند نہ کرو کہ تم پر غصہ آ جائے اور میں ان سب سے پہلے تمہارا کام ختم کر دوں... ویسے مجھے حیرت ہے انسپکٹر جمشید پر... یہ آج اس قدر خاموش کیوں ہیں... سنا ہے، انہوں نے بہت بڑے بڑے بین الاقوامی قسم کے جرائم پیشہ لوگوں سے ٹکر لی ہے... انہیں ناکوں چنے چبوائے ہیں... آج انہیں کیوں سانپ سونگھ گیا... اس قدر بزدلی کی امید ان سے تو نہیں تھی۔''

''ہاتھ پاؤں باندھ کر بہادری جتا رہے ہو... اور وہ بھی زہریلی گیس میں رکھ کر... کھلی ہوا میں ہمیں لے چلو اور ہاتھ پاؤں کھول

"... پھر بزدلی اور بہادری کا پتا چلے گا۔" فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ میں اتنا عقل مند نہیں... میں تو اپنا کام نکالنے سے غرض رکھتا ہوں۔"

"لیکن یہ سارا چکر کیا تھا... آخر تمہیں اس حویلی کے تہ خانے میں خزانے کا کیسے پتا چل گیا۔"

"ہاں! یہ بات میں تم لوگوں کو بتا دیتا ہوں... تاکہ تم مرتے وقت کوئی الجھن ساتھ نہ لے کر جاؤ... یہ آج سے ایک سال پہلے کی بات ہے... ایک ہندو راجپوت تلاش کرتا اس حویلی تک پہنچ گیا تھا... وہ مجھ سے ملا..."

"کک... کیا... کیا مطلب... کیا یہ تم ہو بھیلے۔" کانو چلایا۔

"غلط سمجھے کانو... وہ مجھ سے ملا... کیونکہ خفیہ طور پر اپنا خزانہ نکال لے جانا اس کے بس کی بات نہیں تھی... اس نے اپنے ملک سے اس طرف آ کر اپنے ملنے والوں سے ملاقات کی ہوگی... اپنا مسئلہ ان کے سامنے رکھا ہوگا... ان میں سے کوئی مجھے جانتا تھا... بس اس نے اس ہندو راجپوت کی ملاقات مجھ سے کرا دی... اس نے بتایا کہ ان کا خاندانی خزانہ اس حویلی کے تہ خانے میں موجود ہے... اس کے دادا کے بھی دادا کے زمانے میں اس شہر پر راجپوت رجواڑوں کی حکومت تھی... لیکن پھر مغلوں نے اس شہر کو فتح کر لیا... اور اس طرح وہ حویلی شہزادہ آصف کے

خاندان کو مل گئی... یہ ہے کہانی... اب نہ تو شہزادہ آصف کو اس خزانے کا پتا تھا نہ نواب صاحب کو... پتا تھا تو اس راجپوت کو... اور وہ آ گیا میرے پاس... میں اسے اپنے خفیہ ٹھکانے پر لے گیا... اس سے پوچھا... تہ خانہ کس طرح کھلے گا... اس نے کہا... یہ تو میں نہیں بتاؤں گا... خزانہ حاصل کرنے میں میری مدد کرو... اور اس میں سے اپنا نصف حصہ لے لو... لیکن میں نے سوچا... نصف کیوں لوں... پورا کیوں نہ لوں... لہٰذا پہلے تو میں نے زبردستی اس سے تہ خانے کا راستہ معلوم کرنے کی کوشش کی... جب اس نے کسی طرح اگل کر نہ دیا تو آخر تنگ آ کر میں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔"

"کیا!!!" کئی آوازیں ابھریں۔

"ہاں! پھر میں نے... اپنے ایک کارکن کے ذریعے دروازے پر ایک ہیرا لگوا دیا... اور یہ منصوبہ بندی کی... میں جانتا تھا... نواب صاحب کے دوست انسپکٹر جمشید ہیں... اور جب میں کانو اور الگو کو بھیجوں گا... اور یہ لوگ ہیرے کی تلاش کا چکر چلائیں گے تو بات آخر انسپکٹر جمشید تک پہنچے گی... جب یہ لوگ حویلی میں آ جائیں گے تو آخر تہ خانے کی تلاش شروع ہو جائے گی... اس طرح سب کام میری اُمید کے عین مطابق ہو گیا... بلکہ اس سے بڑھ کر ہوا، کیونکہ انسپکٹر جمشید خود ہی اس طرف چلے آئے۔ اگرچہ ابھی کام شروع ہی ہوا تھا... اس طرح میں خزانہ حاصل کرنے میں آخر کار کامیاب ہو گیا... آپ سب کو موت کی نیند سلا کر میں اس طرح

غائب ہو جاؤں گا جیسے کبھی اس شہر میں تھا ہی نہیں۔''

''اور ہو تم کانو کے پاس ہی۔''

''ہاں! جرائم پیشہ تو میں شروع سے چلا آ رہا ہوں... اور چونکہ میں ساری زندگی ایسے ہی کھیل کھیلتا رہا ہوں... اس لیے میرے لیے اس قسم کی منصوبہ بندی کر لینا کوئی مشکل بات نہیں تھی...''

''ہوں! تو یہ ہے ساری کہانی۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''ہاں! بالکل... اور اس کہانی کی خوبی یہ ہے کہ یہ تم لوگوں کی زندگی کی بھی آخری کہانی ہے۔''

''نہیں خیر... ایسا تو نہیں ہے۔'' انسپکٹر جمشید ہنسے۔

''کیوں... ایسا کیوں نہیں ہے۔''

''بلکہ یہ تمہاری زندگی کی آخری کہانی ہے... تم ہار چکے ہو مسٹر باس... ویسے تو میں تمہارا نام بھی بتا سکتا ہوں، کیونکہ میں تمہیں باتیں کرتے سن چکا ہوں... یعنی اس وقت تم باس کی شکل میں نہیں تھے... اور یہ کہ اس وقت تم آواز بدل کر بات کر رہے ہو... لیکن ہم ایسی باتیں بہت آسانی سے بھانپ لیتے ہیں۔''

کیا خاک بھانپ لیتے ہو... میں تمہارے چکر میں نہیں آؤں گا۔''

''بہت دیر ہوئی آ چکے ہو۔''

''ہاہا... ہائے بے چارہ انسپکٹر جمشید پاگل ہو گیا...''

''نہیں! اللہ کی مہربانی سے میں پاگل نہیں ہوا... ہاں تمہارے پاگل ہونے کا وقت ہے۔ سنو... میں یہاں آتے ہی شک میں مبتلا ہو گیا تھا... پھر ہیرے کا معاملہ سامنے آیا... خان رحمان کسی زمانے میں دروازے پر لگے مصنوعی ہیروں کو دیکھ چکے تھے... اور اس وقت وہاں کوئی ہیرا اصلی نہیں تھا تو بعد میں ہیرا کہاں سے آ گیا... صاف ظاہر ہے... لگایا گیا تھا... پھر جب میں نے ہیرا اتار لیا تو اس کو غائب کر دیا گیا... میری جیب سے کوئی شخص کوئی چیز نکال لے اور مجھے پتا نہ چلے... یہ نہیں ہو سکتا... چاہے کوئی کتنا ہی ماہر کیوں نہ ہو... لیکن میں انجان بن گیا... کیونکہ معاملہ اس ہیرے کا تو تھا ہی نہیں... وہ تو نہ شہزادہ آصف کا تھا، نہ نواب صاحب کا... لہٰذا میں نے سوچا، اس کے بارے میں انجان بن جاتے ہیں تیل دیکھتے ہیں اور تیل کی دھار... لہٰذا میں نے تمہیں وہ ہیرا اڑاتے دیکھ لیا تھا... پھر جب میں نے تہ خانے کے امکان پر بات کی تو میں نے تمہاری آنکھوں میں بے تحاشہ چمک دیکھی... گویا جو تم چاہتے تھے، وہی ہو رہا تھا... لہٰذا میں نے بھی تہ خانہ تلاش کرنے کا پروگرام بنا لیا... اب ظاہر ہے... میں اندازہ لگا چکا تھا... تم عین اس وقت گڑبڑ کرو گے... جب خزانہ نظر آ جائے گا... لہٰذا میں نے اپنے ماتحتوں کو ہوشیار کر دیا تھا...''

''غلط... بالکل غلط... تمہارے ماتحت تو یہیں تھے... تم نے انہیں کب خبردار کیا بھلا۔''

''میرا انہیں خبردار کرنے کا خفیہ طریقہ ہے... رابطہ بھی خفیہ طور پر قائم کر لیتا ہوں، پاس موجود لوگوں کو پتا تک نہیں چلتا... سو جب تم نے دھما کا کیا... وہ باہر موجود تھے اور خفیہ طور پر حویلی کی نگرانی کر رہے تھے... لہٰذا انہوں نے خزانہ لے جانے کا موقع خود دیا... تا کہ ہم تمہارے ٹھکانے پر پہنچ جائیں. یہاں سے جو مزید مال اور دولت ہاتھ آنا تھا... وہ پہلی صورت میں ہاتھ سے نکل بھی سکتا تھا... کیونکہ تم فرار ہو سکتے تھے... خودکشی کر سکتے تھے... لہٰذا ہم نے پروگرام بنایا کہ تمہیں تمہارے ٹھکانے سے ہی پکڑ لیا جائے... تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔''

''یہ آپ بانس اور بانسری کہاں سے لے آئے۔'' فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

اور وہ مسکرانے لگے...

''کہانی تو ختم ہو گئی... لیکن آپ نے یہ نہیں بتایا کہ نقاب کے پیچھے ہے کون۔'' محمود بولا۔

''میرا خیال... وہ تم جان چکے ہو گے۔''

''اندازہ لگا چکے ہیں... کیونکہ نواب صاحب ہمارے سامنے موجود ہیں. شہزادہ آصف صاحب بھی یہ رہے... اب رہ کون جاتا ہے... حویلی میں پہلے سے موجود تھے بانکا، بجیلا اور باورچی... حویلی کے ملازمین کا تعلق، یہ بھی نہیں رہ گیا... اب رہ جاتے ہیں صرف کانو اور الگور... کانو کو باس نے بلایا تھا... یہ خود کانو کا بیان ہے... اور باس نے

کہا تھا... تمہارے ساتھ ایک جوہری کو کیا جا رہا ہے... اس کا نام الگور ہے... یہ الگور وہاں سے اس کے ساتھ شامل نہیں ہوا۔ بلکہ بعد میں کانو کے گھر پہنچا تھا... لہٰذا لے دے کر الگور ہی باس ہے۔''

''کیا!!'' حیرت زدہ انداز میں آوازیں ابھریں۔

''لیکن اب سوال یہ ہے کہ یہ اتنا بڑا خزانہ کس کا ہے... شہزادہ آصف کا... نواب صاحب کا... یا پھر کس کا...'' محمود کہتے کہتے رک گیا۔

''میرے خیال میں تو بہتر یہ رہے گا کہ یہ خزانہ حکومت کے خزانے میں شامل کر دیا جائے... تا کہ ملک اور قوم کو فائدہ پہنچے... یا پھر اسے حکومت کی منظوری سے حاصل کر کے اس خزانے سے غریبوں کے لیے کوئی ماڈل بستی بسائی جائے... وہاں ہسپتال قائم کیے جائیں ..... اسکول بنائیں... سائنسی تعلیم کے ادارے قائم کیے جائیں۔''

''بالکل ٹھیک۔'' نواب صاحب بولے۔

''میں بھی یہی کہتا ہوں... بالکل ٹھیک۔'' شہزادہ آصف نے کہا۔

''ہم سب کہتے ہیں... بالکل ٹھیک...''

''کیا بالکل ٹھیک بالکل ٹھیک کی لگا رکھی ہے... تم سب میرے قبضے......''

باس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے... اسی وقت ایک فائر ہوا اور باس کے ہاتھ سے پستول نکل کر اڑتا نظر آیا... پھر خفیہ فورس کے کارکن

اندر آگئے... باس کے چہرے سے نقاب الٹا گیا تو انسپکٹر جمشید کا اندازہ بالکل درست ثابت ہوا... پھر انھوں نے اس خزانے کو دیکھا تو آنکھیں چکاچوند ہوگئیں... کیونکہ اتنا بڑا خزانہ وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہے تھے... اس میں سونا ہی سونا اور ہیرے ہی ہیرے تھے۔

دوسرے روز کے اخبارات اور نیوز چینلوں پر اس خزانے کا ذکر سرفہرست تھا۔

---------☆☆ختم شد☆☆☆-----------

D-83 سائٹ۔ کراچی
فون: 2578273 - 2581720
e-mail: atlantis@cyber.net.pk

یکم جولائی کو شائع ہونیوالے ناولوں کی ایک جھلک

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز کا تازہ ترین ناول آئندہ ماہ پڑھنا نہ بھولئے۔

ایک خوبصورت گھر میں نو آدمی موجود ہیں۔ ان نو میں سے ایک ظالم ہے... ان نو میں سے ایک اس ظالم سے بدلہ لینا چاہتا ہے۔ اس نے ظالم کو ایک پیشکش کی۔ پیشکش کیا ہے؟ قتل کی پیشکش یا...!! کیا ظالم نے اس کی پیشکش کو قبول کر لیا۔ اب یہ اتفاق ہے کہ اس گھر کے سامنے انسپکٹر جمشید پارٹی کی گاڑی خراب ہو گئی۔ ایک حیرت سے بھرپور ناول......

اشتیاق احمد

...ایک ساتھ شائع ہو رہا ہے۔

پرسکون دھماکا — **ایمرجنسی پلیز**

آتش فشاں وادی — **...کا دھواں**

پوری دنیا کے لوگ اپنے اپنے ٹی وی اسکرین کے سامنے بیٹھے ایک لائیو پروگرام کا انتظار کر رہے ہیں... پوری دنیا دم بخود ہے اور سب لوگوں پر سکتے کا عالم طاری ہے اور دوسری طرف ایک بہت بڑے آتش فشاں پہاڑ کے عین نیچے کھڑے دو انسان عین اس وقت جب وہ پھٹنے کے قریب ہے... ہزاروں میل دور سنسان بیابان کے بیچوں بیچ ایک گھر کے ایک کمرے میں انسپکٹر جمشید کی تصویریں لگی ہیں۔ ایک چھوٹے غار میں ایک بہت بڑا سمندر.... **غار کا سمندر**.... اشتیاق احمد کا ضخیم ترین ناول... پانچ حصوں میں... کل صفحات **2060**... ہر حصے کی قیمت **170** روپے... مکمل سیٹ **850** روپے... منی آرڈر بھیج کر براہ راست منگوانے پر مکمل سیٹ صرف **750** روپے میں... یعنی **100** روپے کی بچت۔ یکم جولائی کو پڑھنا نہ بھولئے... اپنے آرڈر آج ہی بک کروائیے۔

اٹلانٹس پبلیکیشنز

D-83 سائٹ کراچی
فون 021-2581720
021-2578273
ای میل: atlantis@cyber.net.pk.